غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریق کار

تالیف
علامہ محمد صالح المنجد

ترجمہ وتفہیم
عطاء اللہ ساجد

نور اسلام اکیڈمی
لاہور پاکستان

الاساليب النبوية فى التعامل مع اخطاء النّاس

غلطیوں کی اصلاح کا نبوی ﷺ طریق کار

تالیف

علامہ محمد صالح المنجد

ترجمہ و تفہیم

عطاء اللہ ساجد

نور اسلام اکیڈمی

پوسٹ بکس 5166 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون : 588 4789

جملہ حقوق طباعت و اشاعت بحق
نور اسلام اکیڈمی لاہور
محفوظ ہیں

تعلیمی اداروں اور پبلک لائبریریوں کیلئے محکمہ تعلیم (پنجاب) سے منظور شدہ
بمطابق چٹھی نمبر S.O.(A-IV)4-21/2000 مورخہ 13 جون 2000ء

نام کتاب : غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریق کار

ناشر : نور اسلام اکیڈمی، پوسٹ بکس 5166 لاہور'
فون: 5884789

مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس' 43 نسبت روڈ' لاہور

اشاعت : اوّل ——— مارچ 1999ء
ششم ——— مارچ 2004ء

ملنے کے پتے:

- **قرآن اکیڈمی**' 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 5869501-3
- **مکتبہ سلفیہ**' شیش محل روڈ لاہور' فون: 7237184
- **نعمانی کتب خانہ**' حق سٹریٹ' اردو بازار لاہور' فون: 7321865
- **ادارہ مطبوعات خواتین**' 42 چیمبرلین روڈ لاہور' فون: 7247185

سیل سنٹر
مکتبہ نور اسلام
رحمن مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار لاہور

ترتیب

مُقدّمة ۷

غلطیوں کی اصلاح کے موقع پر پیش نظر رکھے جانے والے بعض امور

۱) اخلاص ۱۶

۲) غلطی فطری چیز ہے ۱۸

۳) شرعی دلیل کی بنیاد پر تردید، نہ کہ بغیر علم کے محض جذبات کی بنیاد پر ۲۰

۴) غلطی جتنی بڑی ہو، اس کی اصلاح کا اہتمام اتنا ہی زیادہ ہونا چاہیئے ۲۰

۵) اصلاح کرنے والے کے مقام و مرتبہ کا لحاظ ۲۴

۶) مسئلہ سے لاعلم اور جانتے بوجھتے غلطی کرنے والے میں فرق کرنا ۲۸

۷) اجتہاد کی بناء پر ہونے والی غلطی میں اور جان بوجھ کر یا غفلت اور کوتاہی سے ہونے والی غلطی میں فرق ہے ۳۳

۸) غلطی کرنے والے کی خیر خواہی تنبیہہ کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی ۳۵

۹) غلطی پر تنبیہہ کرنے میں انصاف اور غیر جانبداری کا خیال رکھنا ۳۷

۱۰) ایک غلطی کی اصلاح کے نتیجہ میں بڑی غلطی وجود میں نہ آجائے ۴۱

۱۱) غلطی کرنے والے کی فطری کمزوری کا احساس ۴۲

۱۲) دین کی مخالفت اور کسی کی ذات پر حملہ میں فرق ہے ۴۴

پیش نظر رکھے جانے والے بعض دیگر امور ۴۵

لوگوں کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے نبی اکرم ﷺ کے اختیار کردہ مختلف اسلوب

۱) غلطی کی فوری اصلاح ۵۱
۲) غلطی کے ازالہ کے لئے شرعی حکم بیان کرنا ۵۲
۳) غلطی کرنے والے کو اُس شرعی اصول کی طرف توجہ دلانا جس کی مخالفت ہوئی ہو ۵۲
۴) غلطی کا سبب بننے والی غلط فہمی کی اصلاح ۵۳
۵) نصیحت اور بار بار تخویف کے ذریعے غلطی کی شدت کا احساس دلانا ۵۹
۶) غلطی کرنے والے پر شفقت کا اظہار ۶۱
۷) کسی کو غلطی پر قرار دینے میں جلدی نہ کریں ۶۴
واقعہ میں تربیت سے متعلق نکات ۶۵
۸) غلطی کرنے والے کے ساتھ جذباتی رویہ اختیار کرنے سے پرہیز ۶۷
۹) یہ واضح کر دینا کہ غلطی بہت بڑی ہے ۷۱
۱۰) غلطی کا نقصان واضح کرنا ۷۲
۱۱) غلطی کرنے والے کو عملی طور پر تعلیم دینا ۷۸
۱۲) صحیح متبادل پیش کرنا ۷۹
۱۳) غلطی سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتانا ۸۳
۱۴) غلطی کرنے والے کو براہِ راست مخاطب کرنے کے بجائے عمومی وضاحت پر اکتفا کرنا ۸۵
۱۵) غلطی کرنے والے کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنا ۸۹
۱۶) غلطی کرنے والے کے خلاف شیطان کی مدد کرنے سے پرہیز ۸۹

۱۷) غلط کام سے رُک جانے کو کہنا ۹۲
۱۸) اصلاح کے لئے غلطی کرنے والے کی رہنمائی ۹۳
قابل توجہ امور ۹۴
○ غلطی کی اصلاح کے لئے ممکن تلافی کا حکم دینا ۹۶
○ غلطی کے آثار کی اصلاح ۹۶
○ غلطی کا کفارہ ادا کرنا ۹۷
۱۹) جہاں غلطی ہو، اس پر تنبیہہ کر کے باقی عمل کو قبول کرنا ۹۷
۲۰) حق دار کو حق دلانے کے ساتھ ساتھ غلطی کرنے والے کے مقام کا احترام برقرار رکھنا ۹۹
۲۱) مشترکہ غلطی میں فریقین کو تنبیہہ کرنا ۱۰۶
۲۲) غلطی کرنے والے سے متاثرہ فریق سے معذرت کا مطالبہ کرنا ۱۰۶
۲۳) غلطی کرنے والے کو متاثرہ فریق کی فضیلت یاد دلانا، تاکہ وہ نادم ہو کر معذرت کرلے ۱۰۷
۲۴) فریقین کے درمیان مداخلت کر کے جذبات ٹھنڈے کرنا، تاکہ فتنہ بڑھنے سے پہلے ختم ہو جائے ۱۰۹
۲۵) غلطی پر غُصّے کا اظہار ۱۱۲
۲۶) غلطی کرنے والے سے بحث نہ کرتے ہوئے اعراض کرلینا تاکہ وہ خود ہی اصلاح کرلے ۱۲۰
۲۷) غلطی کرنے والے کو زبانی تنبیہہ کرنا ۱۲۰
۲۸) غلطی کرنے والے کو ملامت کرنا ۱۲۲
۲۹) غلطی کرنے والے سے بے اعتنائی ۱۲۴
۳۰) غلطی کرنے والے کا بائیکاٹ ۱۲۶

۳۱) غلطی پر اَڑ جانے والے کو بد دُعا دینا ۱۳۰
۳۲) غلطی کرنے والے کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ غلطی
کی طرف اشارہ کر کے باقی تفصیل بیان کرنے سے گریز کرنا ۱۳۱
۳۳) غلطی کے ازالے میں مسلمان کی مدد کرنا ۱۳۲
۳۴) غلطی کرنے والے سے مل کر تبادلۂ خیال کرنا ۱۳۴
واقعہ سے مستنبط بعض مسائل ۱۳۷
۳۵) غلطی کرنے والے کو صاف طور پر اس کی غلطی بتا دینا ۱۳۷
۳۶) غلطی کرنے والے کو قائل کرنا ۱۴۰
۳۷) غلطی کرنے والے کو احساس دلانا کہ اسکا عذرِ لنگ ناقابل قبول ہے ۱۴۱
۳۸) انسان کی فطری کمزوریوں کو ملحوظ رکھنا ۱۴۴
حرفِ آخر ۱۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ ربِّ العَالمِین ' الرَّحمٰنِ الرَّحیم ' مالكِ یَوم الدِّین ' الٰہِ الاوَّلین وَالآخِرین ' وَقیُّومِ السَّمَاواتِ وَالارضین ' وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ علی نبیّہِ الاَمِین ' مُعَلِّمِ الخَلقِ المَبعوثِ رحمۃ لِلعَالمین —— اَمَّا بَعد :

لوگوں کو دین کی باتیں بتانا اور دین کی تعلیم دینا بہت بڑی نیکی ہے' جس سے نہ صرف تعلیم دینے والے کو فائدہ پہنچتا ہے' بلکہ اس کی خیر و برکت ہر خاص و عام تک پہنچتی ہے۔ پھر یہ عمل انبیاء و رُسل کی وہ میراث ہے جس میں سے تبلیغ و تربیت کا فریضہ انجام دینے والے ہر شخص کو حصہ نصیب ہوا ہے۔

"لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے پر اللہ بھی رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے' بلکہ آسمان و زمین میں رہنے والی تمام مخلوقات اسے دُعائیں دیتی ہیں' حتیٰ کہ بِل میں موجود چیونٹی بھی اور مچھلی بھی اس کے لئے دُعا کرتی ہے"۔[1]

تعلیم کے بہت سے طریقے اور مختلف ذرائع ہیں۔ ان میں "غلطی کی اصلاح" بھی شامل ہے۔ اصلاح' تعلیم کا ایک لازمی جزو ہے اور انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

غلطیوں کی اصلاح اُس "خیر خواہی" میں شامل ہے جو ہر مسلمان کا فرض ہے

---

(۱) سنن الترمذی' کتاب العلم' باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العباد ح ۲۶۸۵۔ امام ترمذی اور علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اور اس کا "اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے فریضہ سے گہرا تعلق ہے، جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔[۲]

علاوہ ازیں وحی الٰہی میں بھی غلطیوں کی اصلاح پائی جاتی ہے اور یہ قرآنی طریقہ کار ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اوامر و نواہی بھی نازل ہوئے ہیں، اِس میں بعض امور کو سابقہ حالت پر برقرار بھی رکھا گیا ہے، بعض امور کی تردید کی گئی ہے اور غلطیوں کی اصلاح بھی کی گئی ہے، حتیٰ کہ اگر نبی اکرم ﷺ سے بھی کوئی خلافِ اولیٰ بات ہو گئی ہے تو قرآن مجید میں اس پر تنبیہہ نازل ہو گئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ عَبَسَ وَتَوَلّٰیۤ ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰیۤ ○ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ○ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ○ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ○ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰی ○ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰی ○ وَهُوَ يَخْشٰی ○ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ○ ﴾ (عبس: ۱-۱۰)

"(محمد ﷺ) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے، کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا، آپ کو کیا معلوم شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا، یا نصیحت قبول کرتا تو اُسے نصیحت سے فائدہ پہنچتا۔ جو پروا نہیں کرتا، آپ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں، حالانکہ اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ پر کچھ (الزام) نہیں، اور جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا، اور وہ (اللہ سے) ڈرتا ہے، اُس سے آپ بے رُخی برتتے ہیں۔"

اور فرمایا:

---

(۲) البتہ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ "غلطی" کا دائرہ "منکر" (برائی) سے زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ غلطی کبھی "منکر" میں شامل ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی۔

﴿ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ۚ﴾ (الاحزاب: ٣٧)

"جب آپ اُس شخص سے فرمارہے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا' اور آپ نے بھی احسان کیا' (فرماتے تھے :) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر' اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا' اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے' حالانکہ اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اُس سے ڈریں۔"

اور فرمایا :

﴿ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝﴾ (الانفال : ٦٧)

"پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اُس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک وہ (کافروں کو قتل کرکے) زمین میں خون نہ بہالے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو' اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے' اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

اور فرمایا :

﴿ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران : ١٢٨)

"(اے نبی ﷺ) اِس کام میں آپ کو کچھ اختیار نہیں۔ (اب دو صورتیں ہیں) یا اللہ ان پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کہ وہ ظالم لوگ ہیں۔"

بعض اوقات کسی صحابی سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس کی وضاحت فرمائی۔ قرآن مجید میں اس طرح کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی کہ انہوں نے قریش کے نام خط لکھ دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا :

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ ﴾ (الممتحنة : ١)

”اے مؤمنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم چھپ کر ان سے دوستی (کرنے کی کوشش) کرتے ہو' حالانکہ وہ اس دین حق سے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے' وہ رسول کو اور تمہیں صرف اس لئے (وطن سے) نکالتے ہیں کہ تم اپنے مالک اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اور مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ علی الاعلان کرتے ہو۔ اور تم میں سے جو شخص یہ کام (کافروں سے دوستی) کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔“

اسی طرح غزوۂ اُحد میں جب تیرانداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ جگہ چھوڑ دی جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا تو یہ فرمانِ الٰہی نازل ہوا :

﴿حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ﴾ (آل عمران : ١٥٢)

"حتیٰ کہ تمہیں اللہ نے وہ کچھ دکھادیا جو تم پسند کرتے تھے' اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی' اور (نبی کے) حکم کے بارے میں اختلاف کرنے لگے' تم میں بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طالب تھے۔"

جب نبی اکرم ﷺ نے تادیب کے طور پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ قیام فرمایا تو بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ آنحضرت ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :

﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ﴾ (النّساء : ٨٣)

"اور جب اُن کے پاس اَمن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے (بلا تحقیق) مشہور کردیتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ اس کو رسول (ﷺ) کے پاس اور اپنے میں سے ذمہ دار حضرات کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کرلیتے۔"

بعض مسلمانوں نے بغیر کسی شرعی عذر کے مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کیا :

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ﴾ (النّساء : ٩٧)

"جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں' جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں: ہم زمین میں عاجز اور کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟"

جب منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں افواہ پھیلائی جس سے اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا دامن پاک تھا' تو بعض مسلمانوں نے بھی منافقوں کے بہکاوے میں آکر زبان سے نامناسب الفاظ نکالے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (النّور : ۱۴-۱۵)

"اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اسکی وجہ سے تم پر ایک بڑا عذاب نازل ہو جاتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا' اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے' حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔"

اس کے بعد فرمایا:

﴿ وَلَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (النّور : ۱۶' ۱۷)

"جب تم نے اسے سنا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔ (اے اللہ) تو پاک ہے' یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مؤمن ہو تو دوبارہ کبھی ایسا کام نہ کرنا۔"

ایک بار نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی بات پر اختلاف ہوگیا۔ بحث کے دوران اُن کی آوازیں کچھ بلند ہوگئیں۔ اس پر یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں :

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ ﴾

(الحُجُرات : ۱'۲)

"اے مؤمنو! (اپنی بات کو) اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھاؤ' اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اے مؤمنو! نبی (ﷺ) کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو' اور اُن سے اس طرح بلند آواز سے بات نہ کرو جس طرح ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کر لیتے ہو' ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں احساس بھی نہ ہو۔"

ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک تجارتی قافلہ آگیا۔ بعض لوگوں نے خطبہ چھوڑ دیا اور تجارتی سامان کی خرید و فروخت کے لئے چلے گئے۔ اس پر یہ فرمانِ الٰہی نازل ہوا :

﴿ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا اِنْفَضُّوْآ اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ﴾ (الجُمُعة : ۱۱)

"جب وہ تجارت یا کھیل تماشے کی چیز دیکھتے ہیں تو آپ کو کھڑا چھوڑ کر اُدھر چلے جاتے ہیں۔ کہہ دیجئے : جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔"

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے غلطیوں کی اصلاح اور خاموش نہ رہنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے نازل کردہ نور کی روشنی میں بُرائی کی روک ٹوک اور غلطی کی اصلاح کے اسی طریق کار پر عمل پیرا رہے' اور آپ ﷺ نے اس کام میں کسی قسم کی سُستی سے کام نہیں لیا۔ اسی قسم کے دلائل سے علماء کرام نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ : "نبی ﷺ کے حق میں بیان اور وضاحت کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں۔"

نبی اکرم ﷺ کی زندگی جن افراد کے درمیان گزری' ان سے سرزد ہونے والی غلطیوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا طرز عمل انتہائی اہمیت کا حامل ہے' کیونکہ آنحضرت ﷺ کو اللہ کی تائید و نصرت حاصل تھی' اور آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی تائید یا تصحیح وحی کے ذریعے ہوتی رہتی تھی۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار کردہ اسالیب زیادہ محکم اور زیادہ مفید ہیں۔ ان کے استعمال سے یہ امید زیادہ ہے کہ لوگ اصلاح کرنے والے کی بات مان لیں۔ تربیت کا فریضہ انجام دینے والا کوئی بھی فرد اگر ان طریقوں اور اسالیب پر عمل

پیرا ہو تو اس کا یہ عمل زیادہ صحیح اور بہتر ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اَقدس ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے' اس لئے نبوی طریق کار اور اسالیب پر عمل کرنے سے آنحضرت ﷺ کی اقتداء کا شرف بھی حاصل ہو جاتا ہے اور اخلاص کی موجودگی میں یہ چیز اجر و ثواب کے حصول کا باعث ہے۔

نبویؐ طریق کار کا مُطالعہ کرنے سے دنیا میں پائے جانے والے متعدد اسالیب کی ناکامی اور غلطی واضح ہو جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر اسلوب تو واضح طور پر غلط ہیں اور ان کی بنیاد غلط نظریات پر رکھی گئی ہے' مثلاً بے قید آزادی کا نظریہ —— یا وہ نسل در نسل منتقل ہونے والے غلط خیالات پر مبنی ہوتے ہیں' مثلاً آباء و اجداد کی اندھی تقلید۔

یہاں یہ اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ اس نبوی منہج کو عملی طور پر اختیار کرتے ہوئے بہت حد تک اجتہاد سے کام لینا پڑتا ہے' تاکہ حالات و واقعات اور نتائج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو اسلوب زیادہ مناسب معلوم ہو وہی کام میں لایا جائے۔ اور فقیہانہ نظر رکھنے والا شخص ملتے جلتے حالات و کیفیات پر گہری نظر ڈال کر مناسب اسلوب کا انتخاب کر سکتا ہے۔

اِس کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا واسطہ جن افراد سے تھا اور جن حضرات کے درمیان آپ ﷺ کی زندگی گزری' ان کے مقام و مرتبہ کے فرق اور ذہن و فکر کے اختلافات کو سامنے رکھتے ہوئے' آنحضرت ﷺ نے ان کی غلطیوں کے بارے میں جو مختلف انداز کا رویہ اختیار کیا' ان اسالیب کو جمع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے مسلمان بھائیوں کو توفیق دے' فائدہ پہنچائے اور صحیح بات کی طرف راہنمائی فرمائے۔ یہ سب کچھ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے' اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔

غلطیوں کی اصلاح کے موقع پر پیش نظر رکھے جانے والے بعض امور

اصل موضوع پر بات شروع کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ بعض ایسی باتیں بیان کردی جائیں جن کا دوسروں کی غلطیوں کی اصلاح کرنے سے پہلے اور اصلاح کے دوران خیال رکھنا ضروری ہے :

۱) اخلاص :

جب کسی کی غلطی کی اصلاح کا ارادہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ اس عمل سے مقصود اللہ کی رضا کا حصول ہو' کسی سے برتری کی خواہش نہ ہو' نہ کسی پر اپنا غصہ نکالنے کا جذبہ کار فرما ہو' نہ یہ کوشش ہو کہ عوام کی نظروں میں کوئی مقام حاصل ہو جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تابعی حضرت شفی اصبحی کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مدینہ منورہ پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک بزرگ کے ارد گرد جمع ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ صحابیٔ رسول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : وہ لوگوں کو احادیثِ نبویہ سنا کر وعظ کر رہے تھے۔ میں آہستہ آہستہ قریب ہوتے ہوتے آپؓ کے سامنے جا بیٹھا۔ جب وہ وعظ سے فارغ ہوئے اور لوگ اٹھ کر جانے لگے تو میں نے عرض کیا : میں آپؓ کو حق کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے ایسی کوئی حدیث سنائیں جو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی اور سمجھی ہو اور آپ کو اچھی طرح یاد ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

"ہاں' میں سناؤں گا' میں ایسی ہی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

سنائی' اور میں نے اسے سمجھا اور یاد کیا"۔ پھر اچانک ان کی حالت غیر ہو گئی' تھوڑی دیر بعد حواس بجا ہوئے تو فرمایا : "میں آپ کو ضرور وہ حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اِس گھر میں سنائی تھی' اُس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس میرے سوا کوئی نہیں تھا"۔ اتنا کہتے ہی پھر حالت غیر ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو چہرے سے پسینہ پونچھنے لگے۔ پھر فرمایا : "ہاں' میں آپ کو ضرور وہ حدیث سناؤں گا' جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سنائی تھی' جب کہ میں اِس گھر میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھا' میرے سوا آپ ﷺ کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا"۔ اس کے بعد پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حالت خراب ہو گئی اور آپؓ چہرے کے بل جھک گئے' میں نے بہت دیر تک آپؓ کو سہارا دیئے رکھا۔ تب آپؓ کی حالت سنبھلی تو فرمایا : مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث سنائی کہ :

"جب قیامت کا دن ہو گا اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے زمین پر تشریف فرما ہوں گے۔ ہر جماعت گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہو گی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ جن اشخاص کو بلائیں گے' ان میں سے ایک وہ آدمی ہو گا جس نے قرآن پاک یاد کیا ہو گا' اور ایک وہ آدمی ہو گا جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتا رہا ہو گا اور ایک بہت مال دار آدمی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کے عالم سے فرمائیں گے : کیا میں نے تجھے وہ کتاب نہیں سکھائی تھی جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی؟ وہ کہے گا : جی ہاں' یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : پھر تُو نے اپنے علم پر کیسے عمل کیا؟ وہ کہے گا : میں رات دن اس میں مشغول رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : تُو نے جھوٹ کہا' اور فرشتے اسے کہیں گے : تُو نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : تیری نیت تو یہی تھی کہ کہا جائے فلاں آدمی (بڑا) قاری اور عالم ہے۔ وہ (دنیا میں) کہا جا چکا ہے۔ اسی طرح صاحب ثروت شخص کو حاضر

کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے : کیا میں نے تجھے (مالی) آسودگی نہیں بخشی تھی حتیٰ کہ میں نے تجھے کسی کا محتاج نہ رہنے دیا؟ وہ کہے گا : جی ہاں' یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : پھر تُو نے میرے دیئے ہوئے مال کا کیا کیا؟ وہ کہے گا : میں رشتہ داروں پر احسان کرتا تھا اور (سب ضرورت مندوں پر) صدقہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے : تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : تو یہ چاہتا تھا کہ لوگ کہیں : فلاں بہت سخی ہے وہ (دنیا میں) کہا جا چکا۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے : تجھے کس لئے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا : مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم ملا' تو میں جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائیں گے : تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی اسے کہیں گے : تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : بلکہ تیری خواہش صرف یہ تھی کہ کہا جائے : فلاں بہت بہادر ہے۔ وہ کہا جا چکا"۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا : "ابو ہریرہ! یہ تین شخص ہیں' جو قیامت کے دن تمام مخلوقات میں سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے"۔ (۳)

اگر نصیحت کرنے والے کی نیت صحیح ہو تو اسے ثواب بھی ملے گا' اور اللہ کے حکم سے بات میں اثر بھی پیدا ہو گا اور سننے والے اس کی بات مانیں گے۔

۲) غلطی فطری چیز ہے :

ارشادِ نبوی ہے :

((كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ)) (۴)

---

(۴) سنن الترمذی' کتاب صفة القيامة' باب ۴۹۔ وسنن ابن ماجة' کتاب الزهد' باب ذكر التوبة ح ۴۲۵۱۔ علامہ البانی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔

"تمام بنی آدم خطاکار ہیں' اور بہتر خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرلیتے ہیں۔"

یہ ایک واضح حقیقت ہے' اسے یاد رکھنے سے ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ تربیت کرنے والے استاد اور واعظ کو افراد سے اعلیٰ ترین مثالی کردار یا معصوم عن الخطا ہونے کی توقع رکھ کر ان کا محاسبہ نہیں کرنا چاہیئے' نہ دوبارہ غلطی ہو جانے پر یا بڑی غلطی سرزد ہو جانے پر ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا درست ہے کہ ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان کے ساتھ حقیقت پر مبنی رویّہ رکھنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان فطری طور پر لاعلمی' غفلت' نقص' خواہشِ نفس اور نسیان جیسے عوارض کا شکار ہو جایا کرتا ہے۔

اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنے سے یہ فائدہ بھی ہو گا کہ اچانک کوئی غلطی سامنے آجانے کی صورت میں داعی جذبات میں آکر توازن سے محروم نہیں ہو جائے گا' ورنہ غلطی کرنے والے کی طرف سے نامناسب ردِّ عمل پیش آسکتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے سے نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے مبلغ اور استاد کو یہ بات یاد رہے گی کہ وہ خود بھی ایک انسان ہے' اس سے بھی اسی غلطی کا صدور ممکن ہے جو دوسرے شخص نے کی ہے۔ چنانچہ وہ غلطی کرنے والے کے ساتھ سختی کی نسبت نرمی کا معاملہ اختیار کرنے کو ترجیح دے گا' کیونکہ اصل مقصد اصلاح ہے' انتقام یا سزا نہیں۔

لیکن مذکورہ بالا گزارشات کا یہ مطلب نہیں کہ ہم غلطی کرنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب افراد کی طرف سے یہ معذرت کریں کہ وہ نوجوان ہیں یا اُن کا دَور گناہوں پر اُبھارنے والے عوامل اور فتنوں سے بھرپور ہے' بلکہ برائی سے روکنا اور محاسبہ کرنا چاہیئے' لیکن شریعت کی میزان کے مطابق۔

۳) شرعی دلیل کی بنیاد پر تردید' نہ کہ بغیر علم کے محض جذبات کی بنیاد پر :

حضرت محمد بن منکد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک چادر اوڑھ کر' اسے سر کے پیچھے گرہ لگا کر نماز پڑھی[۵] حالانکہ ان کے کپڑے (قریب ہی) تپائی پر پڑے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا : "آپ ایک چادر میں نماز پڑھتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا : "میں نے اس لئے یہ کام کیا ہے تاکہ تجھ جیسا احمق دیکھ لے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟"[۶]

امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "یہاں احمق سے مراد بے علم ہے...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' اگرچہ دو کپڑے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ ان رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مَیں نے یہ کام جان بوجھ کر بیانِ جواز کے مقصد سے کیا ہے' تاکہ بے علم یا ویسے ہی میری پیروی کر لے' یا مجھے ٹوکے تو میں اسے بتاؤں کہ یہ جائز ہے۔ انہوں نے کلام میں سختی اختیار فرمائی تاکہ علمائے کرام کو ٹوکنے سے منع فرمائیں' اور اس لئے بھی کہ لوگ شرعی مسائل میں تحقیق کیا کریں"۔[۷]

۴) غلطی جتنی بڑی ہو' اس کی اصلاح کا اہتمام اتنا ہی زیادہ ہونا چاہیئے :

چنانچہ جن غلطیوں کا تعلق عقیدہ سے ہے' ان کی اصلاح کا اہتمام آداب

---

(۵) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس پاجامے نہیں ہوتے تھے' تو نمازی چادر کو سر کے پیچھے گردن پر گرہ لگا لیا کرتا تھا تاکہ رکوع اور سجدہ میں پردہ قائم رہے۔ (فتح الباری طبع سلفیہ ۱/۴۶۷)

(۶) صحیح البخاری' کتاب الصلاۃ' باب عقد الازار علی القفا فی الصلاۃ ح۳۵۲۔

(۷) سابقہ حدیث کی شرح میں ملاحظہ ہو فتح الباری ۱/۵۵۷ (طبع الریان)

وغیرہ سے تعلق رکھنے والی غلطیوں کی نسبت زیادہ ہونا چاہیئے۔ نبی اکرم ﷺ نے شرک کی ہر قسم سے تعلق رکھنے والی غلطیوں کی چن چن کر اصلاح کی' کیونکہ شرک سب سے خطرناک چیز ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں :

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن جناب رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی' اس دن سورج گرہن تھا۔ بعض لوگوں نے کہا : یہ تو ابراہیم رض کی وفات کی وجہ سے بے نور ہو گیا ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ' لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ' فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوا حَتّٰى يَنْجَلِيَ))

"سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' انہیں کسی کے مرنے جینے سے گرہن نہیں لگتا۔ تم جب انہیں گہنایا ہوا دیکھو تو گرہن ختم ہونے تک اللہ سے دُعا اور نماز میں مشغول رہو"۔ (۸)

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے حنین تشریف لے جا رہے تھے' راستے میں آپ کا گزر مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے ہوا جو "ذاتِ انواط" کے نام سے معروف تھا' وہ لوگ اس پر (برکت حاصل کرنے کے لئے) اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ بعض مسلمانوں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ﷺ ! جس طرح ان کا یہ "ذاتِ انواط" ہے اسی طرح ہمارے لئے بھی کوئی درخت مقرر فرما دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

---

(۸) صحیح البخاری' کتاب الکسوف' باب الدعاء فی الخسوف ح ۱۰۶۰۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ، هٰذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ۔ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ))

"سبحان اللہ! یہ تو ایسی ہی بات ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: جس طرح اِن لوگوں کے معبود (بُت) ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم (مسلمان) ضرور اپنے سے پہلوں (غیر مسلموں) کے طریقوں پر چلو گے"۔ (۹)

حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ (راستے میں) کافروں کی ایک بیری تھی، وہ اس کے پاس (مجاور بن کر) بیٹھتے اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ اسے ذاتِ انواط کہا جاتا تھا۔ صحابی ارشاد فرماتے ہیں: ہم ایک بڑی ہری بھری بیری کے پاس سے گزرے تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لئے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر فرما دیجئے۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قُلْتُمْ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسٰى ﴿اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ، قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ اِنَّهَا لَسُنَنٌ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُنَّةً سُنَّةً))

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے وہی بات کی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: "جس طرح ان لوگوں کے

(۹) سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لَتَرْكَبُنَّ سُنَنُ مَن کان قبلکم ح ۲۱۸۰۔ امام ترمذی اور علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔

معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :
تم تو جہالت کی بات کر رہے ہو"۔ یہی تو وہ طور طریقے ہیں، تم گزشتہ اقوام کی ایک ایک رسم اپنا لوگے"۔ (۱۰)

حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا : جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، رات کو بارش ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا : "کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا : اللہ کو اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
"اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "اِس صبح میرا کوئی بندہ مجھ پر ایمان لانے والا بن گیا، کوئی کفر کرنے والا۔ جس نے تو یہ کہا : ہمیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ملی ہے، وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے اور ستاروں کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ اور جس نے کہا : فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان رکھنے والا ہے"۔ (۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا : اے اللہ کے رسول! جو کچھ اللہ چاہے، اور جو آپ چاہیں وہی ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تُو نے مجھے اللہ کے برابر کر دیا؟ بلکہ وہی ہوتا ہے جو اکیلا اللہ چاہے"۔ (۱۲)

---

(۱۰) مسند احمد ۵/ ۲۱۸۔

(۱۱) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلّم ح ۸۴۶۔

(۱۲) مسند احمد ۱/ ۲۸۳۔ علامہ شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو ح ۲۵۶۱۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک قافلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی قسم کھاتے پایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب کر کے فرمایا :

((اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ ' فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ وَاِلَّا فَلْيَصْمُتْ))

"سنو! اللہ تمہیں اپنے باپوں کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے' جسے قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے' ورنہ خاموش رہے"۔ (۱۳)

حضرت ابو شریح ہانی بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ ایک آدمی کو عبدالحجر (پتھر کا غلام) کہہ کر بلاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس سے کہا : "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کہا : عبدالحجر (پتھر کا بندہ)۔ فرمایا : "نہیں' تو عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہے"۔ (۱۴)

۵) اصلاح کرنے والے کے مقام و مرتبہ کا لحاظ :

بعض اوقات ایک شخص کی ایسی سختی برداشت کر لی جاتی ہے جو دوسروں کی

---

(۱۳) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب ۷۴' ح ۶۱۰۸۔

نوٹ : مسند احمد میں سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا : میں ایک حلقہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ انہوں نے دوسرے حلقہ میں موجود ایک شخص کو کہتے سنا : "میرے باپ کی قسم"۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کنکریاں ماریں اور فرمایا : "عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھائی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا اور فرمایا : یہ شرک ہے۔" (الفتح الربانی ۱۴/ ۱۶۴)

(۱۴) الادب المفرد للامام البخاری ۱/ ۲۸۲' باب کنیۃ ابی الحکم ح ۸۱۱۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ "صحیح الادب المفرد" ح ۶۲۳۔

طرف سے ہو تو برداشت نہیں کی جاتی' کیونکہ اس کو وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو نہیں ہوتا' یا اس کو وہ اختیار حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً باپ کو بیٹے پر' استاد کو شاگرد پر' محتسب کو عام آدمی پر وہ اختیار حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ اپنے سے بڑی عمر والے سے اس انداز سے بات نہیں کی جاتی جس طرح ہم عمر سے یا چھوٹے سے کی جاتی ہے۔ رشتہ دار اور اجنبی برابر نہیں۔ صاحب اختیار کی حالت وہ نہیں ہے جو اختیار نہ رکھنے والے کی ہے۔ اس فرق کو پیش نظر رکھ کر اصلاح کرنے والا ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھ سکتا ہے اور معاملات کو صحیح طور پر پرکھ سکتا ہے' تاکہ غلطی سے منع کرنے یا اصلاح کرنے کی کوشش میں اس سے بڑی غلطی پیدا نہ ہو جائے۔ تنبیہہ کس درجہ کی ہو اور اس میں سختی یا نرمی کا کیا معیار رکھا جائے' اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ غلطی کتنی بڑی ہے اور غلطی کرنے والے کے دل میں منع کرنے والے کا کیا مقام اور کس درجہ کا رُعب و دبدبہ ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے دو امور مستنبط ہوتے ہیں :

اول : جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مقام و مرتبہ اور اقتدار و اختیار عطا فرمایا ہے اُس کا فرض ہے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور لوگوں کی تربیت کا کام انجام دے اور اس بات کا احساس کرے کہ اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے' اور لوگ دوسروں کی نسبت اس کی بات زیادہ مان سکتے ہیں' اور وہ جو کچھ کر سکتا ہے دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔

دوم : امر و نہی کا فریضہ انجام دینے والے کو چاہیئے کہ اپنے مقام کا غلط اندازہ نہ لگائے' اور خود کو اپنے حقیقی مقام سے بلند تر مقام پر رکھ کر اس انداز سے کام نہ کرے جو اس کے لئے مناسب نہیں' کیونکہ اس طرح لوگ اس سے

دور ہٹیں گے اور اصل مقصد کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس عظیم مقام سے سرفراز فرمایا تھا اور عام لوگوں کے دلوں میں آپؐ کی جو ہیبت عطا فرمائی تھی' آنحضرت ﷺ تنبیہہ اور تربیت میں اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور بعض اوقات آپؐ کا طرز عمل ایسا ہوتا تھا کہ اگر کوئی اور شخص وہ انداز اختیار کرے تو اس سے صحیح فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے:

حضرت یَعِیش بن طِھفَہ غفاری نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے فرمایا: جو نادار حضرات نبی اکرم ﷺ کے مہمان ہوا کرتے تھے (ایک بار) ان میں (شامل ہو کر) میں بھی آنحضرت ﷺ کے ہاں مہمان ہوا۔ آنحضرت ﷺ رات کو اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال کی غرض سے تشریف لائے تو مجھے پیٹ کے بل لیٹے دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے قدم مبارک سے ٹھوکا دیا اور فرمایا:

"اس انداز سے نہ لیٹو۔ اللہ تعالیٰ اس انداز سے لیٹنے کو ناپسند فرماتے ہیں"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قدم مبارک سے ٹھوکا دے کر جگایا اور فرمایا:

"یہ اہل جہنم کا لیٹنے کا انداز ہے"۔ (۱۵)

نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر آنحضرت ﷺ کے لئے تو اس انداز سے تنبیہہ کرنا بالکل مناسب تھا' لیکن عام آدمی کے لئے اسے اختیار کرنا قطعاً مناسب نہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو پیٹ کے بل سوئے ہوئے دیکھتا ہے تو یہ درست نہیں کہ اسے پاؤں کی ٹھوکر مار کر جگا دے' اور پھر یہ امید

---

(۱۵) سنن الترمذي' کتاب الادب' باب ما جاء في كراهية الاضطجاع على البطن ح ۲۷۶۸۔ وسنن ابی داؤد' کتاب الادب' ابتدا مين' ح ۵۰۴۰۔ ومسند احمد ۲/۲۸۷ والفتح الربانی ۱۴/ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔

رکھے کہ وہ اس کی بات مان لے گا اور شکریہ بھی ادا کرے گا۔ (۱۶)

ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی اعرابی یا اجنبی کی نسبت زیادہ سختی سے تنبیہہ فرماتے تھے۔ اور یہ سب کچھ حکمت میں شامل ہے' اور تنبیہہ کرتے وقت حالات کا صحیح اندازہ کرنے کی مثال ہے۔

---

(۱۶) اس سے ملتی جلتی مثال غلطی کرنے والے کو پیٹنا یا اسے کنکری مارنا ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے ایسا کیا ہے۔ ان سب کا دارومدار تنبیہہ کرنے والے کے مقام و مرتبہ پر ہے۔ یہاں چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں :

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک آدمی آیا۔ اس کا نام صَبِیْغ تھا۔ وہ قرآن مجید کی متشابہ آیات کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجور کی چھڑیاں منگوائیں اور اس شخص کو طلب فرمالیا۔ آپؓ نے فرمایا : تُو کون ہے؟ اس نے کہا : میں اللہ کا بندہ صَبِیْغ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چھڑی لے کر اسے پیٹا اور فرمایا : میں اللہ کا بندہ عمر ہوں۔ آپؓ نے اسے اتنا پیٹا کہ اس کے سر سے خون نکل آیا۔ تب اس نے کہا: امیر المومنین! بس کریں' میرے سر کی بیماری دُور ہو گئی ہے۔ (سنن دارمی' تحقیق عبداللہ بن ہاشم یمانی ۱/۵۱۔ حدیث ۱۴۶)

حضرت ابنِ ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ آپؓ نے پانی طلب فرمایا۔ ایک کسان چاندی کے برتن میں پانی لے آیا۔ آپؓ نے پیالہ اس کے منہ پر دے مارا۔ پھر فرمایا : میں نے اسے اس لیے دے مارا کہ میں نے اسے اس سے منع کیا تھا مگر یہ باز نہیں آیا' جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں باریک اور موٹا ریشم پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ "یہ دنیا میں ان (کافروں) کے لیے ہیں اور آخرت میں ہمارے لیے"۔ (صحیح البخاری کتاب الاشربۃ باب الشرب فی آنیۃ الفضۃ' ح ۵۶۳۲)

مسند احمد کی روایت میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا یہ واقعہ ان الفاظ میں آیا ہے : میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کہیں باہر نکلا تو آپؓ نے پانی طلب فرمایا۔ ایک کسان چاندی کے برتن میں پانی لے آیا۔ آپؓ نے برتن اس کے منہ پر دے مارا۔ ابنِ ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: ہم نے ایک دوسرے سے کہا: خاموش رہو۔ اگر ہم نے سوال کیا تو آپؓ ہمیں بات =

٦) مسئلہ سے لاعلم اور جانتے بوجھتے غلطی کرنے والے میں فرق کرنا :

اس کی ایک واضح مثال حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ وہ صحرائی زندگی گزارنے والے آدمی تھے۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہیں معلوم نہیں تھا کہ نماز کے دوران بات چیت کرنا حرام ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

= نہیں بتائیں گے۔ کچھ دیر کے بعد آپ ؓ نے فرمایا: جانتے ہو میں نے پیالہ اس کے منہ پر کیوں دے مارا تھا؟ ہم نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: میں نے اسے منع کیا تھا (لیکن اس نے پھر یہی حرکت کی)۔ اور فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "سونے کے برتنوں میں نہ پیا کرو"۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے: "سونے یا چاندی کے برتن میں نہ پیو' نہ باریک یا موٹا ریشم پہنو' یہ چیزیں دنیا میں ان (کافروں) کے لئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے"۔ (مسند احمد ۵/۳۹۶)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی۔ حضرت انس ؓ صاحب ثروت تھے' تاہم انہوں نے یہ درخواست قبول نہ کی۔ سیرین ؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جا بتایا۔ حضرت عمر ؓ نے حضرت انس سے فرمایا: اس سے مکاتبت کرلو۔ انس ؓ نے انکار کیا' تو عمر ؓ نے انہیں کوڑا مارا' اور یہ آیت پڑھی: ﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ "اگر تمہیں ان غلاموں میں خیر نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلیا کرو"۔ چنانچہ انس رضی اللہ عنہ نے مکاتبت کرلی۔ (فتح الباری ۵/۱۸۴)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے' اچانک مروان رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا ان کے سامنے سے گزرنے لگا۔ انہوں نے (اشارے سے) روکا' وہ نہ رکا' انہوں نے اسے مارا۔ بچہ رونے لگا اور مروان ؓ کو جا کر بتایا۔ مروان ؓ نے ابو سعید ؓ سے کہا: آپ نے اپنے بھتیجے کو کیوں مارا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اسے نہیں مارا' میں نے شیطان کو مارا ہے۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی انسان گزرنا چاہے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے' اگر نہ رکے تو اس سے لڑے' وہ شیطان ہے"۔ (سنن النسائی' کتاب القسامة باب ۴۷ ح ۴۸۷۷) علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے' ملاحظہ ہو صحیح سنن النسائی ح ۴۵۱۸۔ =

"مَیں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک نمازی کو چھینک آ گئی۔ میں نے (نماز کے دوران ہی) کہہ دیا: "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجھے گھور کر دیکھا تو میں نے کہا: ہائے میں مرجاؤں! تم لوگ

= حضرت ابو النضر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں تکلیف تھی۔ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹ گئے۔ ان کے بھائی رضی اللہ عنہ تشریف لائے' (انہیں اس طرح لیٹے دیکھا تو) ان کی دکھتی ٹانگ پر ہاتھ مارا جس سے انہیں تکلیف ہوئی۔ انہوں نے کہا: آپ نے میری ٹانگ کو تکلیف پہنچائی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ دکھتی ہے؟ فرمایا: ہاں (معلوم تھا)۔ انہوں نے کہا: پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس (طرح لیٹنے) سے منع فرمایا ہے۔ (مسند احمد ۴۲/۳)

حضرت ابو زبیر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے سے اس کی بہن کا رشتہ مانگا۔ لڑکی کے بھائی نے (بات چیت کے دوران) ذکر کر دیا کہ لڑکی سے ناجائز تعلق کی غلطی سرزد ہو چکی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے اس شخص (لڑکی کے بھائی) کو پیٹا' یا سختی سے سرزنش کی۔ اور فرمایا: تُو نے یہ بات کیوں بتائی؟ (موطا امام مالک' حدیث ۱۵۵۳' روایت ابو مصعب زہری)

حضرت ابو اسحاقؒ نے فرمایا: میں بڑی مسجد میں حضرت اسود بن یزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے ساتھ امام شعبیؒ بھی تھے۔ شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس (رضی اللہ عنہا) والی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رہائش اور خرچ نہیں دلوایا تھا۔ حضرت اسود نے کچھ کنکریاں پکڑ کر شعبی کو ماریں اور فرمایا: تم یہ حدیث بیان کرتے ہو حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ہم ایک عورت کی وجہ سے اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت نہیں چھوڑ سکتے۔ معلوم نہیں' اس خاتون کو واقعہ یاد بھی رہا ہے یا نہیں۔ بلکہ (تین طلاق والی) عورت کو (عدت کے دوران) رہائش اور خرچ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ...﴾ "عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو' نہ وہ خود نکلیں' الا یہ کہ وہ واضح بے حیائی کی مرتکب ہوں" (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها' ح ۱۴۸۰)

میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش کرانا چاہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو (میرا جی چاہا کہ انہیں جواب دوں) لیکن (اپنے آپ پر ضبط کرکے) میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز مکمل کرلی تو ـــــ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ' میں نے کوئی معلم آنحضرتؐ سے بہتر انداز سے تعلیم دینے والا نہیں دیکھا ـــــ اللہ کی قسم 'حضور علیہ السلام نے نہ مجھے جھڑکا ' نہ مارا ' نہ برا بھلا کہا 'بس یہ فرمایا :

((اِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ ' اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرآنِ))

"اِس نماز میں لوگوں والی باتیں کرنا درست نہیں ' اس میں تو تسبیح و تکبیر اور تلاوت ہوتی ہے"۔(۱۷)

یعنی جاہل کو تعلیم دینے کی ضرورت ہوتی ہے ' جسے کوئی شبہ یا غلط فہمی ہو اسے مسئلہ کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے 'غافل کو یاددہانی چاہیئے 'اور غلطی پر اصرار کرنے والے کو نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا کہ مسئلہ سے واقف اور ناواقف کو ایک ہی انداز

= امام ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ دو آدمی کندہ کے دروازوں کی طرف سے آئے۔ ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا: ہے کوئی شخص جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے؟ حلقہ میں موجود ایک شخص بولا: میں کرتا ہوں۔ حضرت ابومسعودؓ نے ہاتھ میں کنکریاں پکڑ کر اسے دے ماریں اور فرمایا: "رُک جاؤ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح جلدی سے منصف بن جانا پسند نہیں کرتے تھے"۔ (سنن ابوداؤد ' کتاب الاقضیة' باب فی طلب القضاء والتسرع الیه' ح ۳۵۷۷)

(۱۷) صحیح مسلم' کتاب المساجد ومواضع الصلاة' باب تحریم الکلام فی الصلاة ح ۵۳۷۔

سے تنبیہہ کی جائے۔ بلکہ جاہل پر سختی کرنے سے عام طور پر اس کے دل میں نفرت اور انکار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اگر پہلے حکمت کے ساتھ نرمی سے سمجھایا جائے تو ایسا نہیں ہوتا۔ مسئلہ سے ناواقف شخص اپنے آپ کو غلطی پر تصور نہیں کر رہا ہوتا' لہٰذا جب اس پر تنقید کی جاتی ہے تو وہ گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے: بھائی! مجھ پر حملہ کرنے سے پہلے آپ نے مجھے مسئلہ تو بتایا ہوتا۔

بعض اوقات غلطی کرنے والا غیر شعوری طور پر درست راہ سے ہٹ گیا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات وہ خود کو صحیح راستے پر تصور کر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس چیز کا لحاظ رکھا جانا چاہیئے۔ مسند احمد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا۔ پھر نماز کی اقامت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے اس سے پہلے وضو کیا ہوا تھا' لیکن مَیں (دوبارہ) وضو کے لئے پانی لے آیا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے جھڑک دیا۔ فرمایا: "پیچھے رہو"۔ مجھے اس سے بہت تکلیف ہوئی۔ نماز کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مغیرہؓ آپ کی سرزنش کی وجہ سے بہت دلگیر ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں کہ آپ کے دل میں ان سے ناراضگی تو نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے دل میں تو اس کے لئے اچھے جذبات ہی ہیں' لیکن وہ میرے پاس وضو کے لئے پانی لے آیا تھا' حالانکہ میں نے صرف کھانا کھایا تھا۔ اگر میں وضو کرتا تو میری اتباع میں سب لوگ (کھانا کھاکر) وضو کیا کرتے (جس سے اُمت کے لئے مشقت ہوتی)"۔[(۱۸)]

یہاں یہ امر ملحوظ رہنا چاہیئے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُس عظیم مقام پر فائز تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں غلطی پر متنبہ کرنے سے ان کے دلوں میں کوئی

---

(۱۸) مسند احمد ۴/ ۲۵۳۔

ناپسندیدگی یا ذہنی بُعد جیسے منفی اثرات پیدا ہونے کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کا ان پر مثبت اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی سے عدمِ التفات کا اظہار فرماتے تھے تو وہ اپنے آپ کو قصوروار تصور کرتا اور ڈرا سہما رہتا تھا۔ وہ اُس وقت تک بہت پریشان رہتا تھا جب تک اسے یقین نہ ہو جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دُور ہو چکی ہے۔

اِس واقعہ میں یہ بات بھی توجہ کے قابل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مغیرہ رضی اللہ عنہ پر عتاب فرمایا تو اس کی وجہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے ناراضگی نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام مسلمانوں پر شفقت اور مسئلہ کی وضاحت تھی، تاکہ وہ غیرواجب کو واجب سمجھ کر مشکل میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

شاگرد اور پیروکار کے دل میں استاد اور قائد کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، لہٰذا جب وہ کسی شاگرد یا پیروکار کو تنبیہہ کرتا ہے یا اس کے کسی کام کو غلط قرار دیتا ہے تو اس کے دل میں اس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات تربیت کا فریضہ انجام دینے والا شخص عام لوگوں کے فائدہ کے پیش نظر اپنے کسی ساتھی کو تنبیہہ کرتا ہے اور مقصود دوسرے لوگوں سے متعلق کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے دل میں منفی اثر باقی رہنے دیا جائے بلکہ دوسرے طریقوں سے اس کا تدارک ہونا چاہیئے تاکہ وہ اثر ختم ہو جائے۔ مثلاً پیروکار کسی مناسب طریقے سے اپنے جذبات کا اظہار کر سکتا ہے اگرچہ کسی کے واسطہ سے ہی ہو۔ جیسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اپنے جذبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے۔ اس کے جواب میں قائد کی طرف سے موقف کی وضاحت کر کے یہ واضح کیا جانا چاہیئے کہ وہ اس سے حسن ظن رکھتا ہے اور اس کے دل میں اس کا ایک مقام ہے۔

۷) اجتہاد کی بناء پر ہونے والی غلطی میں اور جان بوجھ کر یا غفلت اور کوتاہی سے ہونے والی غلطی میں فرق ہے :

پہلی قسم کی غلطی کا مرتکب تو یقیناً ملامت کا مستحق نہیں ' بلکہ وہ اپنے اخلاص واجتہاد کی بنا پر ثواب پائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ ' وَاِذَا حَکَمَ فَاَخْطَاَ فَلَهُ اَجْرٌ وَاحِدٌ)) (۱۹)

"فیصلہ کرنے والا جب فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو جائے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا اور اگر اس سے فیصلہ میں غلطی ہو گئی تو اسے اکہرا ثواب ملے گا۔"

اس کے برعکس جو شخص جان بوجھ کر غلطی کرے یا غلطی میں خود اس کی کوتاہی کا دخل ہو تو اسکا یہ حکم نہیں۔ پہلے آدمی سے خیر خواہی کا سلوک کرتے ہوئے اسے صحیح مسئلہ بتایا جائے گا' دوسرے کو وعظ و نصیحت کر کے غلطی سے روکا جائے گا۔

وہ اجتہاد جس میں غلطی کرنے والے کو معذور قرار دیا جا سکتا ہے' اس کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد کرنے والا اس کا اہل ہو اور اس پر عمل ہو سکتا ہو۔ اس کے برعکس جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے یا لوگوں کے حالات کی رعایت نہیں کرتا' اس کا اجتہاد درست نہیں۔ اسی لئے زخمی شخص کو غسل کا فتویٰ دینے والے صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے تنبیہہ فرمائی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا :

"ہم لوگ سفر میں تھے' ہم میں سے ایک صاحب کو پتھر لگا جس سے ان کے

---

(۱۹) سنن الترمذی' کتاب الاحکام' باب فی القاضی یصیب ویخطیء ح ۱۳۲۶۔ ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ صحیح البخاری ح ۷۹۱۹ و صحیح مسلم ح ۱۷۱۶۔

سر میں زخم آگیا۔ اس کے بعد انہیں نیند میں نہانے کی حاجت ہو گئی۔ انہوں نے اپنے ہم سفر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسئلہ پوچھا اور کہا : کیا آپ کے علم کے مطابق میرے لئے تیمم کرنا جائز ہے؟ انہوں نے کہا : ہمارے خیال میں تو آپ کو یہ اجازت حاصل نہیں، کیونکہ پانی موجود ہے۔ چنانچہ انہوں نے غسل کیا جس کے نتیجے میں وہ فوت ہو گئے۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو یہ واقعہ بھی عرض کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ((قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ، اَلاَ سَاَلُوا اِذْ لَمْ يَعْلَمُوا؟ فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ)) "انہوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ انہیں قتل کرے! اگر انہیں معلوم نہیں تھا تو انہوں نے (کسی صاحبِ علم سے) پوچھ کیوں نہ لیا؟ کیونکہ لاعلمی کا علاج سوال کرنا ہے"۔ [20]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے :

((القُضاةُ ثَلاثَةٌ، واحِدٌ فِي الجَنَّةِ وَاثْنانِ فِي النَّارِ، فَاَمَّا الَّذِي فِي الجَنَّةِ فرجلٌ عرَفَ الحَقَّ فَقَضٰى بِهِ، ورَجلٌ عرَفَ الحقَّ فجارَ فِي الحُكْمِ فهو فِي النَّارِ، ورَجلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ علٰى جَهْلٍ فهو فِي النَّارِ)) [21]

"فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہیں، ان میں سے ایک جنّتی ہے اور دو جہنمی ہیں۔ جنت میں تو وہ جائے گا جس نے حق کو سمجھ کر اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ البتہ جس نے حق کو سمجھ لیا، پھر غلط فیصلہ کیا، وہ جہنم میں جائے گا۔ اسی طرح جس نے حق کو سمجھے بغیر بے علمی کے باوجود فیصلہ کر

---

(۲۰) سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب المجروح یتیمم ح ۳۳۶۔
علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح ابی داود ح ۳۲۵۔

(۲۱) سنن ابی داود، کتاب الاقضية، باب فی القاضی یخطیء ح ۳۵۷۳
علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (ارواء الغلیل ح ۲۱۶۴)

دیا وہ بھی جہنم میں جائے گا۔"

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تیسری قسم کے آدمی کو معذور قرار نہیں دیا۔

تنبیہ میں شدت کا درجہ متعین کرنے میں جن امور کا دخل ہے' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس ماحول کو مدنظر رکھا جائے جس میں غلطی کا صدور رہوا ہے۔ مثلاً اس ماحول میں اکثر لوگ سُنّت پر عمل کرنے والے ہیں یا بدعت کا رواج ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس ماحول میں وہ غلطی کتنی عام ہے' یا اس کے جواز کا فتویٰ دینے والا کوئی نام نہاد یا قسابل عالم تو موجود نہیں جس کے علم پر اس غلطی کا ارتکاب کرنے والا اعتماد کرتا ہو۔

۸) غلطی کرنے والے کی خیر خواہی' تنبیہ کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی:

حضرت عمرو بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم لوگ صبح کی نماز سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ڈیوڑھی پر (انتظار میں) بیٹھ جایا کرتے تھے۔ جب وہ گھر سے باہر تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ مسجد میں جاتے۔ (ایک دن) ہمارے پاس حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: کیا ابھی تک ابو عبدالرحمٰن (ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ) باہر نہیں آئے؟ ہم نے کہا: جی نہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے حتیٰ کہ وہ باہر تشریف لے آئے۔ جب وہ آئے تو ہم سب اکٹھے ہی اُٹھ کر ان کے پاس پہنچ گئے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو عبدالرحمٰن! میں نے ابھی ابھی مسجد میں ایک کام دیکھا ہے جو مجھے عجیب سا محسوس ہوا ہے' ویسے الحمدللہ میں نے اچھی چیز ہی دیکھی ہے۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: زندگی رہی تو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے۔ پھر فرمایا: میں نے مسجد میں کچھ لوگ نماز کے انتظار میں حلقے بنا کر بیٹھے

دیکھے ہیں' ان کے سامنے کنکریاں پڑی ہیں' ہر حلقہ میں ایک آدمی ہے' وہ کہتا ہے : سو بار اللّٰہ اکبر پڑھو' وہ سو بار اللّٰہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر کہتا ہے : سو بار لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰہُ کہو' وہ سو بار لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰہُ کہتے ہیں۔ پھر کہتا ہے : سو بار سبحان اللّٰہ کہو' وہ سو بار سبحان اللّٰہ کہتے ہیں (اسی طرح ذکر میں مشغول ہیں)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا : پھر آپ نے انہیں کیا کہا؟ انہوں نے کہا : میں نے کچھ نہیں کہا' بلکہ آپ کی رائے اور حکم کا انتظار کیا۔ انہوں نے فرمایا : آپ نے انہیں یہ حکم کیوں نہ دیا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں' اور انہیں یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ ان کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہو گی؟

اس کے بعد وہ (مسجد کی طرف) چل پڑے۔ ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلے۔ حتیٰ کہ آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس جا کھڑے ہوئے اور فرمایا : میں تمہیں یہ کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا : اے ابو عبدالرحمٰن! یہ کنکریاں ہیں' ہم ان کے ساتھ گن کر تکبیر' تہلیل اور تسبیح کرتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "اپنے گناہ شمار کرو' میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہو گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! تم پر افسوس ہے' کتنی جلدی تم ہلاکت کے راستے پر چل پڑے ہو' ابھی تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بکثرت موجود ہیں' ابھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی نہیں پھٹے' ابھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن بھی نہیں ٹوٹے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' یا تو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے بھی زیادہ ہدایت والے راستے پر ہو' یا گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو"۔ انہوں نے کہا : ابو عبدالرحمٰن! اللہ کی قسم ہمارا ارادہ تو صرف نیکی کا ہے۔ فرمایا : "بہت سے لوگ نیکی کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن انہیں نیکی تک پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمیں یہ بتایا تھا کہ کچھ لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا (دل پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہو گا)۔ اللہ کی قسم! معلوم نہیں شاید ان میں سے اکثر تم لوگ ہی ہو"۔ یہ کہہ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : ہم نے جنگ نہروان میں دیکھا کہ ذکر کے وہ حلقے قائم کرنے والوں میں سے اکثر افراد خارجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف لڑ رہے تھے"۔ (۲۲)

۹) غلطی پر تنبیہہ کرنے میں انصاف اور غیر جانبداری کا خیال رکھنا :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ﴿وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا﴾ (الانعام : ۱۵۲) "جب تم بات کرو تو انصاف کرو"۔ اور فرمایا : ﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ (النِّساء : ۵۸) "جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"۔

حضرت اُسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) وہ شخصیت ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کو بہت محبت تھی اور ان کے والد سے بھی بہت محبت تھی۔ لیکن اس کے باوجود جب انہوں نے اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرنے کی کوشش کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں سختی سے تنبیہہ فرمائی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں فتح مکہ کے ایام میں جس عورت نے چوری کی تھی' اس کے بارے میں خاندانِ قریش کے افراد کو بہت فکر ہوئی (کہ اب اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا)۔ انہوں نے کہا :

---

(۲۲) سنن الدارمی ۱/ ۶۸ المقدمۃ' باب فی کراھیۃ اخذ الرای ح ۲۱۰۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ح ۵'۲۰۰۵/ ۱۱۔

اس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کون عرض کرے گا؟ تب انہوں نے کہا : یہ جرأت تو صرف اُسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) ہی کر سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو بہت پیارے ہیں۔ جب اس خاتون کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت اُسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) نے اس کے بارے میں عرض کیا۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ (غصے کی وجہ سے) متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا : "کیا تُو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں شفاعت کرتا ہے؟" اُسامہ رضی اللہ عنہ نے (اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے) عرض کیا : یا رسول اللہ! میرے لئے اللہ سے مغفرت کی دُعا فرمایئے۔

شام کو جناب رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی شایانِ شان تعریف فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا :

((اَمَّا بَعْدُ، فِاِنَّما اُهْلِكَ الَّذين مِن قَبلِكم اِنَّهُم كَانُوا اِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَاذا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ اَقَامُوا عَلَيهِ الحَدَّ، وَاِنِّي وَالَّذى نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فاطمةَ بنتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))

"اللہ کی حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے تباہ ہوئے کہ ان میں جب کوئی اونچا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے، اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کر لیتا تھا تو اس پر حد نافذ کر دیتے تھے۔ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

پھر آپ ﷺ نے اس چوری کرنے والی عورت کے بارے میں حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ [۲۳]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نسائی کی روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : ایک عورت نے معروف لوگوں کے نام لے کر کچھ زیور عاریت کے طور پر حاصل کئے' وہ خود غیر معروف تھی۔ اس نے وہ زیور بیچ کر رقم حاصل کرلی۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کے گھر والوں نے حضرت اُسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) سے رابطہ کیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا : "کیا تُو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟"۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : اللہ کے رسول! میرے لئے بخشش کی دُعا کیجئے۔

اسی شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر فرمایا :

((اَمَّا بَعدُ' فَاِنَّما هلَكَ الناسُ قَبلَكم اَنَّهم كانُوا اذا سَرَقَ الشَّريفُ فيهم تَرَكُوهُ وَاذا سَرَقَ الضَّعيفُ فيهم اَقَامُوا عَلَيه الحَدَّ' وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فاطمةَ بنتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))

"اما بعد' تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی اونچا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے تھے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔

---

(۲۳) صحیح البخاری' کتاب الانبیاء' باب ۵۲ ح ۳۲۸۸ و صحیح مسلم' کتاب الحدود باب قطع السارق الشریف وغیرہ ح ۱۶۸۸۔

اس کے بعد اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔[۲۴]

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رویّہ سے آپؐ کا عدل و انصاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں شریعت انسانوں کی محبت سے بالاتر مقام کی حامل تھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان اس شخص کو تو معاف کر سکتا ہے جس کی غلطی کا تعلق اس کی ذات سے ہو، لیکن جس کی غلطی کا تعلق شریعت کے احکام سے ہو اسے نہ معاف کر سکتا ہے نہ اس سے نرمی کر سکتا ہے۔

بعض لوگ اپنے دوست یا رشتہ دار کی غلطی پر اس شدت سے تنقید نہیں کرتے جس طرح کسی اجنبی کی غلطی پر کرتے ہیں، اور بعض اوقات اس بنیاد پر معاملات میں واضح طور پر خلافِ شریعت حد تک جانبداری اور امتیاز نظر آتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے دوست کی غلطی کو نظرانداز کر دیتا ہے، جب کہ دوسرے کی غلطی پر سخت رویّہ اپناتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے :

وَعَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيلَةٌ
وَلٰكِنَّ عَيْنَ السُّخْطِ تُبْدِي الْمَسَاوِيَا

"خوشنودی کی آنکھ کو کوئی عیب نظر نہیں آتا، لیکن ناراضگی کی آنکھ بُرائیاں ہی ظاہر کرتی ہے"۔

یہی کیفیت اس موقعہ پر نظر آتی ہے جب ہم دوسروں کے کسی عمل کا مقام متعین کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص جس سے ہمیں محبت ہے، اس سے ایک فعل سرزد ہوتا ہے تو ہم اس کا ایک اچھا محمل تلاش کر لیتے ہیں، اور وہی فعل کسی اور سے

---

(۲۴) سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب ۶ ح ۴۹۱۳۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح سنن النسائی ح ۴۵۴۸۔

سرزد ہوتا ہے تو ہم اسے کسی اور چیز پر محمول کر لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام باتیں اس صورت میں ہیں جب حالات ایک جیسے ہوں' ورنہ بعض دوسرے امور کے پیش نظر بظاہر ایک جیسے دو معاملوں میں مختلف طرز عمل اختیار کیا جا سکتا ہے' جیسے کہ آئندہ سطور میں بیان ہو گا۔

۱۰) ایک غلطی کی اصلاح کے نتیجہ میں بڑی غلطی وجود میں نہ آجائے:

شریعت کا یہ قاعدہ معروف ہے کہ بڑی بُرائی کو دور کرنے کے لئے چھوٹی بُرائی کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اصلاح کرنے والے کو بعض اوقات ایک غلطی پر خاموشی اختیار کرنا پڑتی ہے تاکہ اس سے بڑی غلطی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ منافق کفر پر قائم ہیں' اس کے باوجود آپؐ خاموش رہے اور اُن کی طرف سے دی جانے والی تکلیفوں پر صبر کرتے رہے' تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ اور خاص طور پر اس لئے بھی حضور علیہ السلام خاموش رہے کہ عام لوگ ان منافقین کی حقیقت سے واقف نہیں تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کو ابراہیم علیہ السلام کی مقرر کردہ بنیادوں پر تعمیر کرنے کے لئے اسے گرانے سے صرف اس لئے اجتناب کیا کہ قریش کے اکثر لوگ حال ہی میں اسلام میں داخل ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ ان کی سمجھ میں اس کی حکمت نہیں آئے گی۔ اس لئے عمارت کو اسی طرح رہنے دیا' حالانکہ وہ اصل ابراہیمی تعمیر سے رقبہ میں کم تھی' اس کا دروازہ بھی اونچا بنا دیا گیا تھا اور عام لوگ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ سب امور ایسے تھے جیسے نہیں ہونے چاہئیں تھے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے باطل معبودوں

کو برا بھلا کہنے سے منع فرمادیا تھا ـــــ حالانکہ یہ ایک نیک کام ہے ـــــ کیونکہ اس کے نتیجے میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کر سکتے تھے' جو سب سے بڑی برائی ہے۔

بعض اوقات داعی ایک برائی کو دیکھ کر خاموش ہو جاتا ہے' یا اس پر تنقید کو وقتی طور پر مؤخر کر دیتا ہے' یا اس سے منع کرنے کا طریق کار تبدیل کر دیتا ہے' کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح ایک بڑی غلطی یا گناہ کا سدِّ باب ہو سکتا ہے۔ اِس اقدام کو کوتاہی یا پسپائی کا نام نہیں دیا جا سکتا' بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو اور اس کے دل میں کسی کی ملامت کا خوف نہ ہو' اور وہ بزدلی کی وجہ سے نہیں بلکہ دین کی مصلحت کے لئے اس سے رُکا ہو۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایک غلطی سے منع کرتے ہوئے اس سے بڑی غلطی کے ارتکاب کی ایک وجہ ایسا جوش بھی ہے جس کے ساتھ حکمت کو مدِّ نظر نہ رکھا گیا ہو۔

۱۱) غلطی کرنے والے کی فطری کمزوری کا احساس :

بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جن کو مکمل طور پر ختم کرنا ممکن نہیں ہوتا' کیونکہ ان کا تعلق کسی فطری معاملہ سے ہوتا ہے' البتہ ان غلطیوں کو کم یا ہلکا کیا جا سکتا ہے' کیونکہ زیادہ باریک بینی کے نتیجے میں کوئی حادثہ بھی پیش آ سکتا ہے' جیسے کہ عورت کا معاملہ ہے' جس کے بارے میں ارشادِ نبویؐ ہے :

((اِنَّ الْمَرْءَ ةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ' لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلٰى طَرِيقَةٍ' فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ' وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا' وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا)) (۲۵)

---

(۲۵) صحیح مسلم' کتاب الرضاع' باب الوصیۃ بالنساء ح ۱۴۶۸۔

"عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے' وہ کسی طرح بھی (مکمل طور پر) سیدھی نہیں ہو سکتی۔ اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کجی کی موجودگی میں ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا۔ اس کے ٹوٹنے سے مراد طلاق ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے:

((اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا' فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِن ضِلَعٍ' وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ' فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ' وَاِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ' فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا)) (۲۶)

"میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ عورتوں سے بھلائی کرتے رہنا' کیونکہ عورتوں کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے' اور پسلی اوپر کی طرف سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اگر تُو اس کو سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے توڑ ڈالے گا' اور اگر رہنے دے گا تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ عورتوں سے بھلائی کرتے رہنا۔"

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "فرمانِ نبوی ؐ "عورتوں سے بھلائی کرتے رہنا" میں یہ اشارہ ہے کہ نرمی سے سیدھا کیا جائے' اس میں نہ تو اتنی شدت برتی جائے کہ ٹوٹنے (طلاق) تک نوبت پہنچ جائے' نہ اسے ویسے ہی رہنے دے کہ وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے.... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے فطری نقص سے زیادہ ٹیڑھی ہو جائے یعنی کسی گناہ کا ارتکاب کرے یا کسی فرض کو ترک کرے تو اُسے اتنی کجی کی حامل نہیں رہنے دینا چاہیئے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جائز کاموں میں اس کی کجی برداشت کرے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تالیف قلب کے لئے لوگوں سے نرمی کا سلوک کرنا چاہیئے۔ اس میں

(۲۶) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب الوصاۃ بالنساء ح ۴۸۹۰۔

عورتوں سے بہتر سلوک کی ہدایت بھی ہے کہ ان کی غلطیوں کو معاف کیا جائے اور ان کی کجی پر صبر کیا جائے' اور جو شخص انہیں بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا وہ ان سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہو جائے گا' حالانکہ انسان کو ایک عورت کی ضرورت بہرحال ہوتی ہے' تاکہ اس سے تسکین حاصل ہو اور زندگی بسر کرنے میں اس کی مدد حاصل رہے۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ یوں فرما رہے ہیں:

اس سے فائدہ صرف اسی صورت میں اٹھایا جا سکتا ہے جب اس کی کوتاہیوں پر صبر کیا جائے"۔ (۲۷)

۱۲) دین کی مخالفت اور کسی کی ذات پر حملہ میں فرق ہے:

چونکہ ہماری نظر میں ہمارے دین کی قدر و قیمت ہماری ذات اور شخصیت کی قیمت سے کہیں بڑھ کر ہے' اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم دین کی حمایت و دفاع میں اپنی شخصیت کے دفاع کی نسبت زیادہ غیرت کا مظاہرہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک شخص کو گالی دی جاتی ہے تو اسے غصہ آتا ہے لیکن جب دین کی توہین یا مخالفت کی جاتی ہے تو اسے یا تو غصہ آتا ہی نہیں' یا وہ جواب دیتا بھی ہے تو بڑے کمزور لہجے میں شرماتے اور جھجکتے ہوئے بات کرتا ہے۔ یہ دینی غیرت کی کمزوری کی دلیل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپؐ اپنی ذاتِ اَقدس سے متعلق دوسروں کی غلطیوں سے اکثر چشم پوشی فرماتے تھے' خصوصاً جاہل بدّوؤں کی تالیفِ قلب کے لئے ان کی نامناسب حرکتیں معاف فرما دیتے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں فرمایا: "میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا' آنحضرت ﷺ نے موٹے کنارے

(۲۷) فتح الباری ۹/ ۱۶۲ طبع الریان۔

والی نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ ایک بدو پیچھے سے آیا اور آپ ؑ کی چادر مبارک پکڑ کر اسے زور سے کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کے کنارہ کی رگڑ سے نشان پڑ گیا۔ پھر وہ بولا : یا محمد! آپ کے پاس اللہ کا جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی دلوائیے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور ہنس دیئے، پھر اسے کچھ مال دلوادیا"۔ (۲۸)

البتہ اگر غلطی کا تعلق دین سے ہو تا تو نبی اکرم ﷺ اللہ کی خاطر غضب ظاہر فرماتے تھے۔ اس کی مثالیں آگے آئیں گی۔

پیش نظر رکھے جانے والے بعض دیگر امور :

غلطیوں کے بارے میں ہمارے رویّہ میں کچھ اور چیزوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً :

○ بڑی غلطی اور چھوٹی غلطی میں امتیاز کریں۔ خود شریعت نے بھی کبیرہ گناہوں اور صغیرہ گناہوں کو ایک درجہ میں نہیں رکھا۔

○ گناہ کے عادی شخص اور شاندار ماضی والے ایسے انسان کے درمیان فرق ہوتا ہے جس کی غلطی اس کی عظیم نیکیوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ماضی میں کارنامے انجام دینے والے شخص کی ایسی بات کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے جو اگر کوئی اور کرے تو نظرانداز نہین کی جاتی۔ اس کی وضاحت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اِس واقعہ سے ہو سکتی ہے۔

حضرت اَسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا : ہم

(۲۸) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود و الحِبَرِ والشملة ح ۵۸۰۹۔

لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔
جب ہم مقام "عرج" پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا۔ ہم بھی سواریوں سے اتر آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں۔ میں اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کا سامان ایک ہی اونٹ پر تھا، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کی ذمہ داری میں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھ کر اس کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ (کچھ دیر بعد) غلام آپہنچا لیکن اونٹ اس کے ساتھ نہیں تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تمہارا اونٹ کہاں ہے؟" اس نے کہا: "وہ تو رات کو گم ہو گیا"۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غلام سے فرمایا: "ایک اونٹ بھی تجھ سے گم ہو گیا؟" اور اسے مارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا، اور ارشاد فرمایا: "ان احرام والے (حاجی صاحب) کو دیکھو، کیا کر رہے ہیں؟" ابن ابی رزمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جناب رسول اللہ ﷺ صرف یہی بات فرماتے رہے: "دیکھو یہ حاجی صاحب کیا کر رہے ہیں" اور مسکراتے رہے۔(۲۹)

○ بار بار غلطی کرنے والے اور پہلی بار غلطی کرنے والے میں فرق ملحوظ رکھا جائے۔

○ یکے بعد دیگرے غلطی کا ارتکاب کرنے والے میں اور طویل عرصہ بعد دوبارہ غلطی کرنے والے میں فرق کا خیال کیا جائے۔

○ سرِعام غلطی کرنے والے اور چھپ کر وہی غلطی کرنے والے میں فرق

---

(۲۹) سنن ابوداود، كتاب المناسك، باب المحرم يؤدب غلامه ح ۱۸۱۸۔ علامہ البانی نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو صحیح سنن ابی داود ح ۱۶۰۲۔

مدّ نظر رکھا جائے۔

○ جس شخص کا ایمان کمزور ہو اور اس کی تالیفِ قلب کی ضرورت ہو' اس پر سختی نہ کی جائے۔

○ غلطی کرنے والے کے مقام و مرتبہ کو پیش نظر رکھا جائے۔

ان امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا اس عدل کے منافی نہیں جس کا کچھ پہلے ذکر ہوا۔

○ بچے کو غلطی پر تنبیہہ کرتے وقت اس کی عمر کا خیال رکھا جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تھو' تھو' تجھے معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھایا کرتے"۔ (۳۰)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی بیٹی حضرت زینب بنت ابی سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے کہ وہ اندر چلی گئیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلو بھر پانی لے کر میرے چہرے پر پھینکا اور فرمایا : "اری' پیچھے رہ!" (۳۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی کرنے والے کا بچہ ہونا اس کی غلطی کی اصلاح سے مانع نہیں' بلکہ یہ اس کی تربیت کا ایک جزو ہے' کیونکہ بچپن میں سنی ہوئی بات اس کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے اور مستقبل میں محفوظ رہتی ہے۔ مذکورہ بالا مثالوں میں پہلی حدیث میں یہ سبق ہے کہ بچے کو تقویٰ کی تعلیم دینی چاہیئے اور دوسری حدیث میں یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ بچے کو اجازت لے کر اندر

---

(۳۰) صحیح البخاری' کتاب الجهاد و السیر' باب من تکلم بالفارسیة ح ۳۰۷۲۔

(۳۱) المعجم الکبیر للطبرانی ۲۸۱/۲۴۔ امام ہیثمی نے اسناد کو حسن کہا ہے۔ المجمع ۲۶۹/۱۔

آنے کی عادت ڈالی جائے اور سکھایا جائے کہ چھپانے کے قابل چیزوں کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔

اس سلسلہ کی ایک خوبصورت مثال چھوٹے بچے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ (حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) کی ہے' وہ فرماتے ہیں : میں جناب رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں تھا۔ (ایک بار آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانا کھانے کے دوران) میرا ہاتھ برتن میں گردش کر رہا تھا (کبھی کہیں سے لقمہ لے لیا' کبھی کہیں سے)' جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا : ((یَا غُلام سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِینِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیکَ)) "لڑکے! اللہ کا نام لو' سیدھے ہاتھ سے کھاؤ' اور اپنے قریب سے کھاؤ"۔ صحابیؓ فرماتے ہیں : "اس کے بعد سے میں ہمیشہ اسی طرح کھانا کھاتا ہوں"۔ (۳۲)

○ اجنبی عورتوں کو غلطی پر ٹوکنے میں احتیاط سے کام لیا جائے' تاکہ اس روک ٹوک کا کوئی غلط مطلب نہ لیا جائے' اور انسان فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ اس لئے جوان لڑکے کو ڈھیل نہ دی جائے کہ جوان لڑکی سے بات چیت کرے اور غلطی کی وضاحت' بُرائی سے ممانعت اور مسئلہ کی تعلیم کا بہانہ بنا لے۔ کیونکہ یہ عمل بہت سے مصائب کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ اس میدان میں زیادہ کردار اُن اداروں کے افراد کو ادا کرنا چاہیئے جن پر بُرائیوں کی روک تھام کی ذِمہ داری ڈالی گئی ہے' اور معمر بزرگوں کو ان سے تعاون کرنا چاہیئے۔ نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے والے کو چاہیئے کہ عورتوں سے بات کرنے میں وہ اسلوب اختیار کرے جس کے مفید ہونے کا زیادہ امکان ہو۔ اگر اس کا

---

(۳۲) صحیح البخاری' کتاب الاطعمة' باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین ح ۵۳۷۶۔

غالب گمان یہ ہو کہ بات کرنے سے فائدہ ہو گا تو بات کرے' ورنہ خاموش رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بدتمیز اپنی غلطی پر اصرار کرتے ہوئے روکنے والے پر کوئی نازیبا الزام لگا دے۔ بُرائی سے منع کرنے اور تبلیغ کے عمل میں معاشرے کا حال اور منع کرنے والے کا مقام اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ واقعہ پڑھئے :

ابو رُہم رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک عورت مسجد کی طرف جاتی نظر آئی جس نے خوشبو لگا رکھی تھی۔ آپؓ نے فرمایا : "جبّار کی بندی! کدھر جا رہی ہے؟" وہ بولی : "مسجد میں جا رہی ہوں"۔ فرمایا : کیا اسی لئے خوشبو لگائی ہے؟" اس نے کہا : "جی ہاں"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشادِ مبارک سنا ہے : ((اَیُّمَا امْرَءَ ةٍ تَطَیَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ اِلَی الْمَسْجِدِ لَمْ تُقْبَلْ لَھَا صَلَاةٌ حَتّٰی تَغْتَسِلَ)) "جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف چلے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی' حتیٰ کہ غسل کرے"۔ (۳۳)

صحیح ابنِ خزیمہ میں یہ واقعہ اِن الفاظ میں بیان ہوا ہے : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک عورت گزری' اور اس کی خوشبو مہک رہی تھی۔ آپؓ نے اس سے فرمایا : "جبار کی بندی! کہاں جا رہی ہو؟" اس نے کہا : "مسجد میں"۔ فرمایا : "خوشبو لگا رکھی ہے؟" اس نے کہا : "جی ہاں"۔ فرمایا : "واپس جا کر غسل کرو' میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا : ((لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنِ امْرَءَ ةٍ صَلَاةً خَرَجَتْ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرِیحُھَا تَعْصِفُ حَتّٰی تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ)) "اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں کرتا

---

(۳۳) سنن ابنِ ماجۃ' کتاب الفتن' باب فتنۃ النساء ح ۴۰۰۲۔ علامہ البانی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے (صحیح ابن ماجہ ۲/۲۶۹)

جو مسجد کی طرف اس حال میں جائے کہ اس کی خوشبو مہک رہی ہو' حتی کہ واپس جا کر نہالے (تاکہ خوشبو کا اثر ختم ہو جائے)"۔ (۳۴)

○ غلطی کے اثرات مٹانے کی کوشش کرنے کی بجائے اصل غلطی اور اس کے سبب کو دور کیا جائے۔

○ غلطی کو مبالغہ کے ساتھ بڑھا چڑھا کر پیش نہ کریں۔

○ غلطی کو ثابت کرنے میں تکلف سے کام نہ لیں اور یہ کوشش نہ کریں کہ غلطی کرنے والا اپنی زبان سے اپنی غلطی تسلیم کرے۔

○ غلطی کی اصلاح کے لئے مناسب حد تک وقت دیں۔ خاص طور پر ایسے شخص کو اصلاح کا کافی موقع دیں جو طویل عرصہ تک اس غلطی کا عادی رہا ہے۔ ساتھ ہی اسے وقتاً فوقتاً تنبیہہ کرتے رہیں اور دیکھیں کہ کس حد تک اصلاح ہو رہی ہے۔

○ غلطی کرنے والے کو یہ احساس نہ پیدا ہونے دیں کہ آپ اسے اپنا مخالف سمجھتے ہیں۔ یہ امر پیش نظر رکھیں کہ اپنے موقف کی تائید حاصل کر لینے سے زیادہ اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ ایک شخص آپ کا ساتھی بن جائے۔

اِس مقدمہ کے بعد اب کچھ ذرائع اور طریقے پیش خدمت ہیں' جو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی غلطیوں کے بارے میں اختیار فرمائے' جیسا کہ علمائے کرام کی روایت کردہ صحیح احادیث میں مذکور ہیں۔

---

(۳۴) صحیح ابن خزیمة ۳/ ۹۲ ح ۱۶۸۲۔ علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔ ومسند احمد ۲/ ۲۴۶۔ استاذ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو ح ۷۳۵۰ تحقیق احمد شاکر۔

لوگوں کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے
نبی اکرم ﷺ کے اختیار کردہ مختلف اسلوب

۱) غلطی کی فوری اصلاح :

نبی اکرم ﷺ تنبیہہ فرمانے میں جلدی کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ آپؐ کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ جب وضاحت کی ضرورت ہو آپؐ اُس وقت بیان کرنے کے بجائے اسے ملتوی کردیں۔ آپؐ اس بات کے مُکلف تھے کہ لوگوں کو حق بتائیں' نیکی کی طرف رہنمائی فرمائیں اور بُرائی سے روکیں۔ لوگوں کی غلطیوں کی فوری اصلاح کی مثال میں آنحضرت ﷺ کی زندگی میں پیش آنے والے متعدد واقعات ذکر کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً اُس صحابی کا واقعہ جنہوں نے نماز اچھی طرح نہیں پڑھی تھی' بنو مخزوم کی خاتون کا واقعہ' ابن لُتبِیہ کا واقعہ' حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اور اُن تین حضرات کا واقعہ جنہوں نے عبادت میں جائز حد سے بڑھ کر شدت سے کام لینے کا ارادہ کیا تھا۔ ان واقعات کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔ اِن شاءاللہ

غلطی پر تنبیہہ کرنے میں تاخیر کی صورت میں بعض اوقات اصلاح کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور فائدہ حاصل نہیں ہوتا' بعض اوقات موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے' یا بعد میں بات کرنے کی کوئی مناسبت نہیں بنتی' یا ذہنوں میں واقعہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے تاثیر میں فرق آجاتا ہے۔

۲) غلطی کے ازالہ کے لئے شرعی حکم بیان کرنا :

حضرت جرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، اُس وقت ان کی ران سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ((غَطِّ فَخِذَكَ، فَإِنَّهَا مِنَ العَوْرَةِ)) "اپنی ران ڈھانک لو، یہ پردے کے اعضاء میں شامل ہے"۔[1]

۳) غلطی کرنے والے کو اُس شرعی اصول کی طرف توجہ دلانا جس کی مخالفت ہوئی ہو :

بعض اوقات پیش آمدہ حالات میں شرعی اصول ذہن سے اتر جاتا ہے، لہذا اس اصول و قاعدہ کے اعلان واظہار سے غلطی کرنے والا راہ راست پر واپس آتا ہے اور غفلت کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ایک بار منافقوں نے مہاجر اور انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان فتنہ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ایک خطرناک حادثہ پیش آتے آتے رہ گیا۔ اس موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل زیر بحث نکتہ کی ایک بہترین مثال ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا : ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کے ساتھ کافی تعداد میں مہاجرین بھی روانہ ہوئے تھے۔ مہاجرین میں ایک صاحب مزاحیہ طبیعت کے حامل تھے۔ انہوں نے (ہنسی ہنسی میں) ایک انصاری صحابی کو پاؤں سے ٹھوکر مار دی۔ انصاری صحابی کو شدید غصہ آیا حتی کہ انہوں نے آوازیں دینا شروع کر دیں۔ انصاری نے کہا : اے انصاریو! اس پر مہاجر نے کہا : اے مہاجرو!

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء اَن الفخذ عورۃ ح ۲۷۹۸۔
امام ترمذی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا : "یہ جاہلیت والوں کی سی پکار کیوں؟" پھر فرمایا : "بات کیا ہوئی؟" آنحضرت ﷺ کو مہاجر کے انصاری کو ٹھوکر مارنے کی بات بتائی گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : ((دَعوهَا فَاِنَّهَا مِنَ الخَبِیثَةِ)) "یہ بات ترک کردو' یہ ناپاک ہے"۔ (۲)

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((وَلْیَنْصُرِ الرَّجُلُ اَخَاهُ' ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا' اِنْ کَانَ ظَالِمًا فَلْیَنْهَهُ فَاِنَّهُ لَهُ نَصْرٌ' وَاِنْ کَانَ مَظْلُومًا فَلْیَنْصُرْهُ)) (۳)

"آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے' خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر وہ ظالم ہے تو اسے ظلم سے منع کرے' یہی اس کی مدد ہے' اور اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کرے۔"

۴) غلطی کا سبب بننے والی غلط فہمی کی اصلاح :

صحیح بخاری میں حضرت حمید بن ابی حمید طویل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی۔ انہوں نے فرمایا : تین آدمی اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور انہوں نے (پردے کے پیچھے سے) نبی اکرم ﷺ کی (نفل) عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب انہیں بتایا گیا (کہ رسول اللہ ﷺ اس انداز سے عبادت کرتے ہیں) تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ عبادت تھوڑی ہے۔ تاہم انہوں نے کہا : ہماری آنحضرت ﷺ

---

(۲) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب ما ینهی عن دعوی الجاهلیة ح ۵۳۱۸۔

(۳) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب نصر الاخ ظالمًا او مظلومًا ح ۲۵۸۴۔

سے کیا نسبت؟ ان کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں (وہ تو اگر زیادہ عبادت نہ بھی کریں تو کوئی بات نہیں' ہمیں تو بہت زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے)۔ ان میں سے ایک بولا : میں ہمیشہ رات بھر نماز (تہجد) پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا : میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا' کسی دن ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا : میں عورتوں سے الگ رہوں گا' کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ (جب رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا علم ہوا تو) آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا :

((اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّی لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاکُمْ لَهٗ' لٰکِنِّی اَصُومُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّی وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ))

"تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! مَیں تم سب سے زیادہ خوفِ خدا اور تقویٰ رکھتا ہوں' لیکن میں (نفلی) روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں' (رات کو) نماز (تہجد) بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں' اور میں نے نکاح بھی کئے ہوئے ہیں"۔ (۴)

صحیح مسلم میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ چند افراد نے اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن سے آنحضرت ﷺ کے وہ اعمال دریافت کئے جو آپؐ گھر میں انجام دیتے تھے۔ (بعد میں) ایک نے کہا : میں عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ ایک نے کہا : میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ ایک نے کہا : میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ (جب نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا) تو آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا :

((مَا بَالُ اَقْوَامٍ قَالُوا کَذَا وَکَذَا؟ لٰکِنِّی اُصَلِّی وَاَنَامُ وَاَصُومُ

---

(۴) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب الترغیب فی النکاح' ح ۴۷۷۴۔

وَ اُفْطِرُ وَ اَتزَوَّجُ النِّسَاءَ' فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))

"کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ فلاں فلاں بات کہتے ہیں۔ لیکن میں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں' (نفلی) روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں' اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں —— پس جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے (کوئی تعلق) نہیں (رکھتا)"۔ (۵)

اِس واقعہ میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ ہیں :

○ نبی اکرم ﷺ ان حضرات کے پاس تشریف لائے' دوسرے لوگوں کو شریک کئے بغیر صرف ان حضرات سے بات کی اور جب عام لوگوں کو یہ مسئلہ بتانا چاہا تو ان حضرات کی طرف اشارہ کئے بغیر اور اُن کا نام لئے بغیر بات کی' ان کو رُسوا نہیں کیا' بلکہ یوں فرمایا : "کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ فلاں فلاں بات کہتے ہیں؟" اس سے ان پر شفقت اور ان کی پردہ پوشی مقصود تھی' اور سب لوگوں کو مسئلہ بتانے کا مقصد بھی حاصل ہو گیا۔

○ اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کے حالات اس مقصد سے معلوم کرنا درست ہے کہ ان کے اچھے کاموں کی پیروی کی جائے' اور یہ حالات معلوم کرنا اپنے نفس کی تربیت میں شامل ہے' جو عقلمندی کی نشانی ہے۔

○ اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مفید اور شرعی مسائل اگر مردوں کے ذریعے معلوم کرنے میں کسی وجہ سے دشواری محسوس ہو تو خواتین کے ذریعے معلوم کرنا بھی جائز ہے۔

○ اپنے نیک اعمال کا ذکر کرنا جائز ہے بشرطیکہ ریاکاری کا خطرہ نہ ہو' اور

---

(۵) صحیح مسلم' کتاب النکاح' باب استحباب النکاح... ح ۱۴۰۱۔

بتانے سے دوسروں کو فائدہ ہو۔

○ اِس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ عبادت میں اپنی جان پر سختی کرنے سے اکتاہٹ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں عبادت سرے سے چھوٹ جاتی ہے 'اس لئے بہتر کام وہ ہے جس میں میانہ روی اختیار کی جائے۔[٦]

○ عملی غلطی کی بنیاد تصور کی غلطی ہوتی ہے۔ جب بنیادی تصورات صحیح ہوں تو غلطیوں کی مقدار بہت کم ہو جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہے کہ اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو رہبانیت اور سخت کوشی اختیار کرنا چاہی تھی اس کی وجہ یہ غلط فہمی تھی کہ نجات کی اُمید تبھی ہو سکتی ہے اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے زیادہ عبادت کی جائے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بشارت مل چکی ہے' جب کہ ان لوگوں کو یہ شرف حاصل نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس غلط تصور کی اصلاح کر دی اور انہیں بتا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مغفور ہیں' پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے اور تقویٰ رکھنے والے ہیں اور انہیں حکم دیا کہ عبادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ پر ہی قائم رہیں۔

اس سے ملتا جلتا واقعہ حضرت کہمس ہلالی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : میں نے اِسلام قبول کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور علیہ السلام کو اپنے قبولِ اسلام کی خبر دی۔ ایک سال بعد میں دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو کیفیت یہ تھی کہ میرا جسم انتہائی دُبلا پتلا ہو چکا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر مجھے اوپر سے نیچے تک اور نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ میں نے عرض کیا : "حضور! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟" فرمایا :

---

(٦) ملاحظہ ہو فتح الباری ۹/ ۱۰۴۔

"تم کون ہو؟" میں نے کہا: "میں کہمس ہلالی ہوں"۔ فرمایا: "تمہاری یہ حالت کیوں ہو گئی؟" میں نے کہا: "آپ کے پاس سے رخصت ہونے کے بعد میں نے کبھی دن میں روزہ نہیں چھوڑا اور رات کو کبھی نہیں سویا"۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "تمہیں یہ حکم کس نے دیا کہ اپنی جان کو عذاب دو؟ صبر والے مہینہ (رمضان) کے روزے رکھو اور ہر مہینہ میں ایک روزہ رکھو"۔ میں نے کہا: "مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیجئے"۔ فرمایا: "صبر والے مہینہ کے روزے رکھو اور ہر مہینہ میں دو روزے رکھو"۔ میں نے کہا: "میں اپنے اندر طاقت محسوس کرتا ہوں، مجھے مزید اجازت دے دیجئے"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "صبر کے مہینہ کے روزے رکھو اور ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھ لیا کرو"۔ (۷)

تصور کی اِس غلطی کا تعلق بعض اوقات افراد کی قدر و قیمت کے تعین سے ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی اصلاح اور توضیح کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک صحابی سے فرمایا: "اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "یہ تو معزز لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم! یہ تو ایسا آدمی ہے کہ اگر کسی سے رشتہ مانگے تو اس سے نکاح کر دیا جائے گا (ہر شخص خوشی سے رشتہ دینے کو تیار ہو گا)، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے گی"۔ جناب رسول اللہ ﷺ خاموش ہو

---

(۷) المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/ ۱۹۴ ح ۴۳۵۔ علامہ البانی نے حدیث کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں نقل کیا ہے (۶/ ۲۴۴ ح ۲۶۲۳)

گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی گزرا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "اِس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" انہوں نے عرض کیا : "یا رسول اللہ! یہ تو مفلس مسلمانوں میں سے ایک (عام سا) آدمی ہے۔ یہ تو اگر کسی سے رشتہ مانگے تو اس کا نکاح نہیں ہو گا' اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو' اگر بات کرے تو کوئی اس کی بات نہ سنے"۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا : "اُس (دولت مند) جیسے آدمیوں سے پوری زمین بھری ہوئی ہو تو اُن سے یہ (مفلس مسلمان) بہتر ہے"۔ (۸)

ابن ماجہ کی روایت میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے : جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : "اِس شخص کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا : "ہم وہی کہتے ہیں جو آپ کی رائے ہے۔ (ویسے بظاہر یہ کیفیت ہے کہ) یہ ایک معزز شخص ہے۔ اگر یہ نکاح کا پیغام بھیجے تو اس کا پیغام قبول کیا جائے' اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش مانی جائے' اگر بات کرے تو اس کی بات سنی جائے"۔ نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔ ایک اور آدمی گزرا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : "اِس شخص کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا : "اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! (ہماری نظر میں تو) یہ ایک غریب مسلمان ہے' اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو کوئی اسے رشتہ نہیں دے گا' اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی' اگر بات کرے تو اس کی بات نہیں سنی جائے گی"۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : "یہ (مفلس مسلمان) اُس (دولت مند) جیسے زمین بھر آدمیوں سے بہتر ہے"۔ (۹)

---

(۸) صحیح البخاری کتاب الرقاق باب فضل الفقر ح ۶۴۴۷۔

(۹) سنن ابن ماجۃ' کتاب الزھد' باب فضل الفقراء ح ۴۱۲۰۔

۵) نصیحت اور بار بار تخویف کے ذریعے غلطی کی شدّت کا احساس دلانا :

حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ فرمایا۔ دونوں لشکروں کا باہم سامنا ہوا۔ (جنگ کے دوران ایسا ہوا کہ) مشرکین میں سے ایک مرد جس مسلمان کو چاہتا قتل کر دیتا۔ (اس کے ہاتھ سے متعدد مسلمان شہید ہو گئے)' ایک مسلمان نے اسے غافل پا کر اس پر حملہ کیا۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا : صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے کہ وہ مسلمان اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ جب انہوں نے اس پر تلوار اٹھائی تو اس نے (فوراً) کہہ دیا : لا الٰہ الا اللّٰہ۔ صحابی نے (پھر بھی) اسے قتل کر دیا۔ (واپسی پر) ایک صحابی نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (فتح کی) خوش خبری دی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حالات پوچھے' انہوں نے بتائے اور اُس صحابی کی بات بھی بتائی کہ انہوں نے یہ کام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس صحابی کو بلا کر پوچھا : "تم نے اس شخص کو کیوں قتل کر دیا؟" انہوں نے عرض کیا : "اس نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا اور فلاں فلاں شخص کو شہید کیا"۔ انہوں نے کئی حضرات کے نام لئے اور کہا : "میں نے اس پر حملہ کیا' اُس نے جب تلوار دیکھی تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "پھر تم نے اسے قتل کر دیا؟" انہوں نے کہا : "جی ہاں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "قیامت کے دن جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ حاضر ہو گا تو تم کیا کرو گے؟" انہوں نے کہا : "یا رسول اللہ! میرے لئے گناہ کی معافی کی دعا کیجئے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "قیامت کے دن جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ حاضر ہو گا تو تم کیا کرو گے؟" حضور علیہ السلام بار بار یہی فرماتے رہے : "قیامت کے دن جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ حاضر ہو گا' تو تم کیا کرو گے؟"[۱۰]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے خود بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں : جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دستہ کی صورت میں روانہ فرمایا' ہم نے صبح صبح جُہَینہ کے گاؤں حُرَقات پر حملہ کیا۔ میں نے ایک آدمی کو جالیا۔ اُس نے کہا : لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه' لیکن مَیں نے اُس پر وار کر دیا۔ پھر مجھے اس کے بارے میں پریشانی ہوئی۔ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "کیا اُس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ لیا تھا' پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا؟" میں نے عرض کیا : "یا رسول اللہ! اس نے ہتھیار سے ڈر کر کلمہ پڑھا تھا"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "کیا تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اُس (دل) نے کہا ہے یا نہیں؟ آپؐ بار بار مجھے یہی بات فرماتے رہے' حتیٰ کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش میں اسی دن مسلمان ہوا ہوتا۔[11]

وعظ و نصیحت کے ذریعے غلطی کی ایک صورت اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت یاد دلانا بھی ہے۔ اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے فرمایا : میں اپنے ایک غلام کو کوڑا لے کر مار رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے ایک آواز سنائی دی : "ابو مسعود! تجھے معلوم ہونا چاہیئے"۔ غصے کی شدت کی وجہ سے میں توجہ نہ کر سکا کہ یہ کس کی آواز ہے۔ جب وہ قریب آگئے تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' جو فرما رہے ہیں : "ابو مسعود! تجھے معلوم ہونا چاہیئے"۔ میں نے کوڑا ہاتھ سے پھینک دیا۔ ایک روایت میں ہے : "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(١٠) صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللّٰہ ح ٩٧۔

(١١) حوالہ سابقہ ح ٩٦۔

ہیبت کی وجہ سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابو مسعود! تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تجھے اس غلام پر جس قدر اختیار حاصل ہے' اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے"۔ میں نے عرض کیا: "حضور! آج کے بعد مَیں کبھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا"۔ ایک روایت میں ہے: میں نے کہا: "یا رسول اللہ! یہ اللہ کے لئے آزاد ہے"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اگر تُو (اس غلطی کی تلافی) نہ کرتا تو آگ تجھے جھلسا دیتی"۔ یا فرمایا: "آگ تجھے چُھو لیتی۔"

صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! جتنی تجھے اس پر قدرت حاصل ہے اس سے زیادہ اللہ کو تجھ پر قدرت حاصل ہے"۔ چنانچہ انہوں نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔ (۱۲)

سنن ترمذی میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: میں اپنے ایک غلام کو پیٹ رہا تھا' کہ مجھے اپنے پیچھے کسی کی آواز آئی: "ابو مسعود! جان لو۔ ابو مسعود! جان لو"۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "تجھے اس پر جتنی قدرت حاصل ہے اللہ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے"۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس کے بعد میں نے کبھی اپنے کسی غلام کو نہیں مارا"۔ (۱۳)

۶) غلطی کرنے والے پر شفقت کا اظہار:

جو شخص اپنی غلطی پر انتہائی شرمسار ہو' اسے شدید افسوس ہو رہا ہو' اور

---

(۱۲) صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبة المماليك ح۱۶۵۹۔

(۱۳) سنن الترمذی کتاب البر والصلة' باب النهي عن ضرب الخدم وشتمهم ح ۱۹۴۸ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم حوالہ سابقہ۔

واضح طور پر نظر آرہا ہو کہ وہ دل سے تائب ہو چکا ہے' اسے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس پر رحمت و شفقت کا اظہار کیا جائے۔ جیسے اس واقعہ میں ہوا :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا' پھر اس سے مباشرت کر بیٹھا تھا۔ اُس نے کہا : "یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا' پھر کفّارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے مباشرت کرلی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اس کی وجہ کیا بنی؟ اللہ تجھ پر رحم کرے"۔ اس نے کہا : "چاند کی چاندنی میں اس کی پازیب پر میری نظر پڑ گئی (پھر مجھے اپنے آپ پر قابو نہ رہا)"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اب تو جب تک وہ کام نہ کرلے جس کا اللہ نے تجھے حکم دیا ہے (یعنی کفارہ کی ادائیگی) دوبارہ اس کے قریب نہ جانا"۔ (۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا : ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آگیا۔ اُس نے کہا : "یا رسول اللہ! میں تباہ ہو گیا"۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا ہوا؟" اُس نے عرض کیا : "مَیں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا"۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا تیرے پاس کوئی غلام یا لونڈی ہے جسے تو آزاد کر سکے؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا تُو مسلسل دو ماہ روزے رکھ سکتا ہے؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ فرمایا : "کیا تُو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟" اُس نے کہا "جی نہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما رہے۔ (سائل بھی حاضر رہا)۔ اسی اثناء

---

(۱۴) سنن الترمذی' کتاب الطلاق' باب ما جاء فی المظاهر یواقع قبل ان یکفر ح ۱۱۹۹ و سنن ابن ماجة ح ۲۰۶۵۔

میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "سائل کہاں ہے؟" اس نے کہا : "جی' میں ہوں"۔ فرمایا : "یہ لے جاؤ اور انہیں صدقہ کردو"۔ اس نے کہا : "اے اللہ کے رسول! کیا اپنے سے زیادہ غریب آدمی کو دوں؟ اللہ کی قسم! دونوں پتھریلے علاقوں کے درمیان (یعنی پورے مدینہ میں) ہم سے زیادہ غریب کوئی گھر نہیں"۔ نبی اکرم ﷺ کھل کر مسکرائے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے (ڈاڑھوں سے پہلے والے) نوکیلے دانت نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا : "اپنے گھر والوں کو کھلادو"۔ (۱۵)

یہ شخص جو ایک غلطی کا ارتکاب کرنے کے بعد مسئلہ پوچھنے آیا تھا' مذاق نہیں کر رہا تھا' نہ اپنے گناہ کو معمولی سمجھ رہا تھا' بلکہ اسے اپنی غلطی کا جس شدت سے احساس تھا وہ اُس کے ان الفاظ سے واضح ہے کہ "میں تباہ ہو گیا"۔ اس لئے وہ شفقت کا مستحق ہوا۔

مسند احمدؒ کی روایت میں زیادہ وضاحت سے بیان ہے کہ جب وہ مسئلہ پوچھنے آیا تو اس کی کیا کیفیت تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا : ایک اَعرابی آیا' وہ چہرہ پیٹ رہا تھا اور بال کھسوٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا : "مَیں تو برباد ہی ہو گیا ہوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا : "تجھے کس چیز نے برباد کر دیا؟" اس نے کہا : "مَیں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کرلی ہے"۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا تُو ایک غلام آزاد کر سکتا ہے؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا تُو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟" اُس نے کہا : "جی نہیں" اور اپنے فقر کا ذکر کیا۔ اتنے

---

(۱۵) صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان ح ۱۹۳۶۔

میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا' جس میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : "وہ آدمی کہاں ہے؟" اور اُس سے فرمایا : "یہ (غریبوں کو) کھلا دو"۔ اُس نے کہا : "یا رسول اللہ! دونوں پتھریلے علاقوں کے درمیان ہم سے زیادہ حاجت مند گھر موجود نہیں"۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے نوکیلے دانت نظر آنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا : "اپنے گھر والوں کو کھلا دو"۔ (١٦)

٧) کسی کو غلطی پر قرار دینے میں جلدی نہ کریں :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جو خود انہی کے الفاظ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں : جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک بار میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ میں ان کی قراءت توجہ سے سننے لگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کئی الفاظ اس انداز سے پڑھ رہے ہیں جس طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے۔ میرا جی چاہا کہ انہیں نماز ہی میں پکڑ لوں' لیکن میں نے صبر کیا' حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیر لیا۔ تب میں نے انہیں ان کی چادر سے پکڑ کر کہا : "آپ کو یہ سورت کس نے سکھائی ہے جو میں نے آپ کو پڑھتے سنا ہے؟" انہوں نے کہا : "مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے؟" میں نے کہا : "آپ غلط کہتے ہیں۔ جس طرح آپ نے پڑھی ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس سے مختلف انداز سے پڑھائی ہے"۔ میں انہیں پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اَقدس میں لے گیا اور عرض کیا : "میں نے انہیں سورۃ الفرقان کے کئی الفاظ اس طرح پڑھتے سنا ہے جس طرح آپ نے

(١٦) مسند احمد ٢/٥١٦ شرح احمد شاکر ح ١٠٦٩٨ و ١٠٦٩٩ اور حدیث اکثر کتب میں موجود ہے۔

مجھے نہیں پڑھائے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "انہیں چھوڑ دیجئے"۔ اور فرمایا : "ہشام! پڑھیے!" انہوں نے اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے انہیں پڑھتے سنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "اسی طرح نازل ہوئی ہے"۔ پھر فرمایا : "عمر! آپ پڑھیے"۔ میں نے اس طرح پڑھی جس طرح آنحضرت ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے' لہٰذا جو طریقہ آسان معلوم ہو اسی طرح پڑھ لیا کرو"۔ (١٧)

واقعہ میں تربیت سے متعلق نکات :

○ آنحضور ﷺ نے ہر ایک سے دوسرے کے سامنے پڑھا کر سنا' اور اس کی قراءت کو درست قرار دیا۔ کسی کو غلط قرار نہ دینے اور دونوں کو صحیح قرار دینے کا یہ طریقہ بہت مؤثر ہے۔

○ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ہشام رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیں اور پکڑے نہ رکھیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ فریقین اطمینان سے ایک دوسرے کی بات سنیں اور اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔

○ طالب علم کسی مسئلہ میں علماء کے جس قول سے واقف ہے' اگر اس کے سامنے اس کے خلاف دوسرا قول پیش کیا جائے تو اسے چاہیئے کہ تحقیق کے بغیر اسے غلط قرار نہ دے۔ ممکن ہے یہ بھی کبار علماء کا ایک قابل قبول قول ہو۔

---

(١٧) صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعة احرف ح ۴۹۹۲۔ وسنن الترمذی کتاب القراءات باب ماجاء ان القرآن انزل علی سبعة احرف ح ۳۱۲۶۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ صحیح سنن الترمذی ح ۲۳۴۷۔

اسی موضوع سے متعلق یہ نکتہ بھی ہے کہ سزا دینے میں جلدی کرنا درست نہیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے :

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباد بن شُرَحْبِیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں : مَیں اپنے ایک چچا کے ساتھ مدینہ آیا۔ وہاں ایک کھیت میں چلا گیا اور کچھ خوشے توڑ کر دانے نکال لئے۔ کھیت والے نے آکر مجھے مارا اور میری چادر چھین لی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا بھیجا، وہ حاضر ہوا تو آپؐ نے اُس سے فرمایا :

"تم نے یہ کام کیوں کیا؟" اُس نے کہا : "یہ شخص میرے کھیت میں آگھسا، اس کے خوشے توڑے اور دانے نکال لئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "وہ مسئلہ سے ناواقف تھا، تم نے اسے تعلیم نہیں دی، وہ بھوکا تھا، تم نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ اس کی چادر واپس کرو" —— پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک آدھ وسق غلہ عطا فرما دیا۔[۱۸]

اِس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ غلطی کرنے والے کے حالات معلوم کر لئے جائیں تو اس کے ساتھ صحیح رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیت کے مالک کو سزا نہیں دی، کیونکہ وہ حق پر تھا۔ لیکن اس کے طرز عمل کو غلط قرار دیا اور واضح فرمایا کہ اس قسم کے موقع پر مسئلہ سے ناواقف آدمی کے ساتھ اس قسم کا رویّہ اختیار کرنا درست نہ تھا۔ پھر اسے بتایا کہ صحیح طرز عمل کیا ہونا چاہیئے اور اسے حکم دیا کہ بھوکے آدمی کے کپڑے واپس کر دے۔

---

(۱۸) سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الاستعداء ح ۵۴۲۴۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح سنن النسائی ح ۴۹۹۹۔

۸) غلطی کرنے والے کے ساتھ جذباتی رویّہ اختیار کرنے سے پرہیز:

خاص طور پر جب منع کرتے وقت سختی سے کام لینے کے نتیجہ میں خرابی کا دائرہ وسیع ہونے کا خطرہ ہو۔ اس نکتہ کو سمجھنے کے لئے اس واقعہ پر غور کریں کہ جب ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس غلطی پر کس ردِ عمل کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: ہم مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں (ایک طرف) کھڑا ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: "رُک جاؤ' رُک جاؤ"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کا پیشاب نہ روکو' اسے فارغ ہو لینے دو"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا: "اِن مسجدوں میں پیشاب کرنا یا گندگی پھیلانا درست نہیں' یہ تو اللہ کے ذکر کے لئے' نماز کے لئے اور تلاوتِ قرآن مجید کے لئے ہوتی ہیں"۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا تو اس نے پانی کا ایک ڈول لا کر اس جگہ پر بہا دیا۔[19]

اَعرابی کی اس غلطی کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قاعدہ پر عمل کیا وہ ہے "آسانی کرنا' مشکل میں نہ ڈالنا"۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے: "ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا' لوگ غصہ میں آکر اس کو پکڑنے کے لئے بڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو' اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو' مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں

(۱۹) صحیح مسلم' کتاب الطہارۃ' باب وجوب غسل البول' ح ۲۸۵۔

بھیجے گئے۔ [٢٠]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد کو پاک رکھنے کے لئے اور برائی سے منع کرنے کے لئے جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا تھا' جیسے کہ اس حدیث کی مختلف روایات کے الفاظ سے ظاہر ہے' جن میں کچھ الفاظ یہ ہیں : فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ "لوگوں نے اسے بلند آواز سے روکا"۔ فَثَارَ اِلَيْهِ النَّاسُ "لوگ غصے سے اس کی طرف بڑھے"۔ فَزَجَرَهُ النَّاسُ "لوگوں نے اسے ڈانٹا"۔ "فَاَسْرَعَ اِلَيْهِ النَّاسُ" "لوگ تیزی سے اس کی طرف بڑھے"۔ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَهْ مَهْ" "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا : رُک جاؤ' رُک جاؤ" [٢١] لیکن نبی اکرم ﷺ کی نظر نتیجہ پر تھی۔ آپؐ نے دیکھا کہ اس معاملہ میں دو صورتیں ممکن ہیں' یا اُس شخص کو پیشاب کرنے سے منع کیا جائے' یا چھوڑ دیا جائے۔ اگر اسے منع کیا گیا تو اس صورت میں یا تو وہ شخص عملاً پیشاب کرنے سے رُک جائے گا' اس طرح پیشاب روکنے سے اسے نقصان پہنچے گا' یا یہ صورت ہو گی کہ اس کا پیشاب ابھی جاری ہو گا کہ وہ لوگوں کے خوف سے بھاگ کھڑا ہو گا' اس طرح نجاست مسجد میں پھیل جائے گی اور اس شخص کا بدن اور کپڑے بھی ناپاک ہو جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ محسوس فرمالیا کہ اسے پیشاب کر لینے دیا جائے تو کم خرابی لازم آئے گی اور یہ چھوٹی برائی ہو گی۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ آدمی غلطی کا ارتکاب شروع کر چکا ہے اور نجاست کا ازالہ پانی کے ذریعے ممکن ہے۔

---

(٢٠) صحیح البخاری کتاب الادب باب ٨٠ ح ٦١٢٨۔

(٢١) صحیح البخاری کتاب الوضوء و کتاب الادب و صحیح مسلم کتاب الطهارة و سنن ابی داود کتاب الطهارة و سنن الترمذی کتاب الطهارة و سنن النسائی کتاب الطهارة کے متعلقہ ابواب میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا : اسے چھوڑ دو' اسے مت روکو۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ اس طرح مصلحت اور فائدے کو ترجیح حاصل ہو رہی تھی۔ یعنی چھوٹی خرابی کو برداشت کر کے بڑی خرابی کو روکا جا رہا تھا اور چھوٹے فائدہ کو چھوڑنے کے نتیجے میں بڑا فائدہ حاصل ہو رہا تھا۔

ایک روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے دریافت کیا تھا کہ اس نے یہ کام کیوں کیا۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اَعرابی حاضر ہوا اور مسجد میں آپؐ سے بیعت کی۔ پھر واپس ہوا تو ٹانگیں پھیلا کر کھڑا ہو گیا اور پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اس کا پیشاب نہ روکو"۔ پھر فرمایا : "کیا تم مسلمان نہیں؟" اس نے کہا : "کیوں نہیں؟" فرمایا : "پھر تم نے ہماری مسجد میں پیشاب کیوں کیا؟" اس نے کہا : "قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے' میں تو اسے عام زمین کی طرح کی زمین سمجھا تھا' اس لئے میں نے یہاں پیشاب کر لیا"۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دیا گیا"۔ [(۲۲)]

اس حکیمانہ انداز کے رویّہ کا اُس اَعرابی کے دل پر گہرا اثر ہوا' جس کا اظہار اس کے اپنے الفاظ سے ہوتا ہے جو ابن ماجہ کی روایت میں مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ اُس نے کہا : "اے اللہ! مجھے بخش دے

---

(۲۲) المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۱۷۶ح ۱۱۵۵۲۔ علامہ ہیثمی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ۲/۱۰ح ۱۹۵۸۔

اور محمد ﷺ کو بخش دے' اور ہمارے ساتھ کسی اور کی مغفرت نہ فرمانا"۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا : "تم نے بڑی وسیع چیز (رحمت) کو محدود کر دیا"۔ پھر وہ واپس ہوا' ابھی مسجد کے ایک حصہ میں ہی تھا کہ ٹانگیں پھیلا کر پیشاب کرنے لگا"۔ اُس اَعرابی کو جب دین کی سمجھ آ گئی تو اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا : "میرے ماں باپ آنحضورؐ پر قربان ہوں' آپؐ اُٹھ کر میرے پاس آئے' پھر مجھے نہ ڈانٹا' نہ بُرا بھلا کہا۔ فرمایا : "اِس مسجد میں پیشاب نہیں کرتے' یہ تو اللہ کے ذکر اور نماز کے لئے بنائی گئی ہے"۔ اس کے بعد آپؐ نے پانی کا ایک ڈول منگوایا جو پیشاب پر بہا دیا گیا"۔ (۲۳)

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں جو فوائد ذکر کئے ہیں' ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :

- جاہل کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے' اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کئے بغیر ضروری مسئلہ سمجھایا جائے' جب کہ اس نے یہ غلطی ضد کی بنیاد پر نہ کی ہو' بالخصوص جب کہ اسے تالیفِ قلب کی ضرورت ہو۔
- اِس واقعہ سے نبی اکرم ﷺ کی شفقت اور حسنِ خُلق کا اظہار ہوتا ہے۔
- اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں یہ مسئلہ خوب جاگزیں تھا کہ نجاست سے بچنا ضروری ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کئے بغیر ہی اسے روکنا شروع کر دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا لازمی ہونا ان کے نزدیک مسلّم تھا۔

---

(۲۳) سنن ابن ماجه' کتاب الطهارة باب الارض يصيبها البول ح ۵۲۹
علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح سنن ابن ماجة ح ۴۲۸۔

○ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مانع دُور ہوتے ہی خرابی کا ازالہ کرنا چاہیئے' کیونکہ اس کے فارغ ہوتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کو پانی بہانے کا حکم دے دیا گیا۔[۲۴]

۹) یہ واضح کر دینا کہ غلطی بہت بڑی ہے:

حضرت محمد بن کعب' حضرت زید بن اسلم اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک شخص نے کہا: "ہم نے تو اپنے ان قُراء (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماءِ صحابہ رضی اللہ عنہم) جیسے لوگ کبھی نہیں دیکھے' کھانے پینے کے بے حد شائق' بات کرنے میں انتہائی جھوٹے' اور جنگ کے موقع پر انتہائی بزدل"۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: "تو جھوٹ کہتا ہے' بلکہ تُو منافق ہے' میں یہ بات ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاؤں گا"۔ عوف رضی اللہ عنہ یہ بات بتانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پہنچنے سے پہلے قرآن نازل ہو چکا ہے (اور حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعے اس بات کی اطلاع ہو چکی ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کجاوہ کس کر سوار ہو چکے تھے کہ وہ شخص بھی آ پہنچا' اور کہنے لگا: "اللہ کے رسول! ہم تو گپ شپ کر رہے تھے' ہم تو دل لگی کر رہے تھے' ہم تو اس طرح کی باتیں کر رہے تھے جس طرح مسافر کیا کرتے ہیں تاکہ ہمارا سفر (آسانی سے) طے ہو جائے"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ منظر گویا اب بھی میرے سامنے ہے جب اس شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی رسّی پکڑی ہوئی تھی' اور (راستے کے) پتھر اس کے پاؤں کو زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: "ہم تو گپ شپ کر رہے تھے' ہم تو دل لگی کر رہے تھے" اور

(۲۴) فتح الباری ۱/ ۳۲۴ و ۳۲۵۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ﴿...اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ○﴾ (التوبة : ٦٥) "کیا تم اللہ کا' اور اس کی آیات کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے؟"۔ آنحضرت ﷺ نہ اس کی طرف توجہ فرماتے تھے نہ اس سے زیادہ کوئی بات ارشاد فرماتے تھے۔

ابنِ جریر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا : غزوۂ تبوک میں ایک آدمی نے کسی مجلس میں کہا : "ہم نے اپنے اِن قُرّاء (علماءِ صحابہ رضی اللہ عنہم) جیسے لوگ کبھی نہیں دیکھے' پیٹ بھرنے کے انتہائی شوقین' زبان کے انتہائی جھوٹے اور جنگ کے موقع پر انتہائی بزدل"۔ مجلس میں موجود ایک صحابیؓ نے کہا : "تو جھوٹا ہے' بلکہ تُو منافق ہے' میں ضرور رسول اللہ ﷺ کو بتاؤں گا"۔ اور قرآن نازل ہو گیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا : میں نے دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی رسی کو پکڑے ہوئے (ساتھ ساتھ بھاگ رہا) تھا اور پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا : "یا رسول اللہ! ہم تو گپ شپ اور دل لگی کر رہے تھے"۔ اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے : ﴿...اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (التوبة : ٦٥' ٦٦) "کیا تم اللہ کا' اس کی آیات کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے؟ معذرت نہ کرو' تم ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کر چکے ہو"۔[٢٥]

۱۰) غلطی کا نقصان واضح کرنا :

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (سفر کے دوران) کسی مقام پر پڑاؤ کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھاٹیوں اور وادیوں میں

(٢٥) تفسیر ابن جریر طبری ١٤/ ٣٣٣۔ اس کی سند حسن ہے۔

بکھر جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "تمہارا اِن گھاٹیوں اور وادیوں میں یوں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے"۔ اس کے بعد (یہ حال ہو گیا کہ) جب بھی آنحضرت ﷺ کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے اس طرح مل کر بیٹھتے کہ اگر ان پر کپڑا پھیلایا جائے تو سب کو ڈھانک لے۔(۲۶)

ایک روایت میں صحابی فرماتے ہیں : "اِتنا مل کر بیٹھتے تھے کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگر میں اُن پر ایک چادر پھیلاؤں تو سب کو ڈھانک لے"۔(۲۷)

اس میں جو چیز واضح ہے وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بہت خیال رکھتے تھے اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ امیرِ لشکر کو اپنی فوج کے فائدہ کا بہت خیال رکھنا چاہیئے اور یہ بھی کہ لشکر کے لوگ جب بکھر کر آرام کریں تو اس کی وجہ سے شیطان مسلمانوں کو خوف زدہ کر سکتا ہے اور دشمن کو حملہ کرنے کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔(۲۸)

اور بکھرنے کا یہ نقصان بھی ہے کہ لشکر کے افراد ایک دوسرے کی کما حقّہٗ مدد نہیں کر سکتے۔(۲۹)

یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک ہدایت ارشاد فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی پوری پوری تعمیل کی۔

غلطی کا نقصان واضح کرنے کی ایک اور مثال حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا

---

(۲۶) سنن ابی داود کتاب الجهاد ما يؤمر من انضمام العسكر ح ۲۶۲۸
علامہ البانی نے صحیح کہا ہے ' ملاحظہ ہو صحیح سنن ابی داود ح ۲۲۸۸۔

(۲۷) مسند احمد ۴/۱۹۳۔

(۲۸) دیکھئے عون المعبود ۷/۲۹۲۔

(۲۹) دیکھئے دلیل الفالحین ۶/۱۳۰۔

روایت کردہ ارشادِ نبویؐ ہے : "تم ضرور اپنی صفیں سیدھی کرو' ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا"۔ (۳۰)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں اتنے اہتمام سے سیدھی فرماتے تھے گویا ان کے ساتھ تیر سیدھے کئے جائیں گے (یعنی صفیں تیر سے بھی زیادہ سیدھی ہوتی تھیں)' حتیٰ کہ آپؐ نے محسوس فرمایا کہ ہم نے یہ مسئلہ سمجھ لیا ہے (تب بار بار کہنا چھوڑ دیا)۔ اس کے بعد ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نماز پڑھانے) تشریف لائے' آپؐ تکبیر کہنے ہی لگے تھے کہ آپؐ کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کا سینہ صف (کے دوسرے افراد) سے آگے نکلا ہوا تھا۔ تب آپؐ نے فرمایا : "اللہ کے بندو! تم ضرور صفیں سیدھی کرو' ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے مابین اختلاف ڈال دے گا"۔ (۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "اپنی صفوں کو سیسہ پلائی ہوئی (دیوار کی طرح) کرو (آپس میں فاصلہ چھوڑ کر نہ کھڑے ہوا کرو)۔ اور صفیں قریب قریب بناؤ' اور گردنیں برابر رکھو (آگے پیچھے نہ کھڑے ہو)۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' میں دیکھتا ہوں صف کے شگافوں میں شیطان اس طرح گھستے ہیں جیسے سیاہ میمنے"۔ (۳۲)

---

(۳۰) صحیح البخاری کتاب الاذان باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدَھا ح ۷۱۷۔

(۳۱) صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتھا ح ۴۳۶۔

(۳۲) صحیح سنن النسائی کتاب الامامۃ باب حث الامام علی رصّ الصفوف ح ۷۸۵۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔

غلطی کرنے والے کو قائل کرنے کے لئے غلطی سے پیدا ہونے والی خرابیوں اور اس کے بُرے نتائج کی وضاحت بڑی اہم چیز ہے۔ بعض اوقات غلطی کا نتیجہ خود غلطی کرنے والے کے حق میں ہی بُرا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کے نتیجہ میں دوسروں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پہلی صورت کی مثال سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' جو دوسرے الفاظ سے صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی کی چادر ہوا سے اُڑنے لگی تو اُس نے ہوا پر لعنت بھیجی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے لعنت نہ کرو' وہ حکم کی پابند ہے (یعنی اللہ کے حکم سے چلتی ہے)' جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے جو اس کی مستحق نہ ہو تو لعنت خود اُسی (لعنت بھیجنے والے) پر پڑتی ہے"۔ [۴۳]

دوسری صورت کی مثال حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے شخص کی تعریف کی [مسلم کی روایت کے مطابق اُس شخص نے کہا تھا: "اے اللہ کے رسول' فلاں معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُس شخص سے افضل کوئی نہیں" [۴۴]] تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ارے! تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی' تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی"۔ کئی بار فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: "جس نے اپنے بھائی کی تعریف ضرور کرنی ہو' وہ یوں

---

(۴۳) سنن ابی داود کتاب الادب باب فی اللعن ح ۴۹۰۸۔ علامہ البانی حدیث کو صحیح کہا ہے' ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ح ۵۲۸۔

(۴۴) صحیح مسلم کتاب الزہد والرقاق باب النہی عن المدح' ح ۳۰۰۲۔

کہے: فلاں شخص کے بارے میں میرا یہ خیال ہے' اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے' اور میں اللہ کے مقابلے میں کسی کو پاکباز قرار نہیں دیتا۔ میں اسے ایسے سمجھتا ہوں۔ یہ بھی تب کہے اگر اس کے علم میں وہ نیک آدمی ہو"۔ (۳۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الادب المفرد" میں حضرت محجن اسلمی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ روایت کیا ہے' اس میں صحابی فرماتے ہیں: "حتیٰ کہ جب ہم مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز پڑھنے اور رکوع و سجود میں مشغول دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "یہ کون ہے؟" میں اس کی خوب تعریف کرنے لگا' میں نے کہا: "یا رسول اللہ! یہ فلاں صاحب ہیں' یہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں" [الادب المفرد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "یہ فلاں صاحب ہیں' یہ تمام اہلِ مدینہ میں سب سے عمدہ نماز پڑھتے ہیں"] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بس کر' اسے نہ سناؤ' ورنہ تم اسے ہلاک کر دو گے"۔ (۳٦)

صحیح بخاری میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کسی کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں اسے حد سے بڑھا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے اس آدمی کو تباہ کر دیا"۔ یا فرمایا: "تم نے اس کی کمر توڑ دی"۔ (۳۷)

یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس غلط تعریف کرنے والے کو' جو مبالغہ آمیز انداز

---

(۳۵) صحیح البخاری کتاب الشهادات باب اذا زکّی رجلٌ رجلاً کفاه ح ۲٦٦۲۔

(۳٦) الادب المفرد للبخاری باب ما یحثٰی فی وجوه المدّاحین ح ۳۴۱۔ علامہ البانی نے حسن کہا ہے۔

(۳۷) صحیح البخاری کتاب الشهادات باب مایکره من الاطناب فی المدح' ح ۲٦٦۳۔

میں تعریفیں کر رہا تھا' اس کی غلطی کے انجام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مبالغہ آمیز تعریف کی وجہ سے ممدوح کے دل میں فخر پیدا ہو جائے گا' وہ غرور اور تکبر کی وجہ سے اکڑنے لگے گا۔ ممکن ہے اس تعریف کی وجہ سے اسے جو شہرت حاصل ہو وہ اس پر بھروسا کرتے ہوئے عمل میں سستی کا شکار ہو جائے یا تعریف کی لذت محسوس کر کے ریاکاری میں مبتلا ہو جائے' اور اس طرح وہ ہلاک ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی چیز کو اِن الفاظ میں بیان فرمایا : ((اَھْلَکْتُمْ)) "تم نے اسے تباہ کر دیا" یا ((قَطَعْتُمْ عُنُقَ الرَّجُلِ)) "تم نے اس کی گردن کاٹ دی" یا ((قَطَعْتُمْ ظَھْرَ الرَّجُلِ)) "تم نے اس کی کمر توڑ دی"۔

اس کے علاوہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تعریف کرنے والا تعریف میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کا اسے یقین نہیں ہوتا' اور ایسی بات تاکید کے ساتھ کہہ دیتا ہے جس کو وہ براہِ راست معلوم نہیں کر سکتا' اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ تعریف میں جھوٹ بول دیتا ہے' بعض اوقات ممدوح کے سامنے تعریف میں ریاکاری سے کام لے رہا ہوتا ہے' اس طرح گناہ اور بڑا ہو جاتا ہے' بالخصوص جبکہ ممدوح ظالم یا فاسق ہو تو اس جرم کی شناعت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔(۳۸)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ تعریف کرنا سرے سے ممنوع ہے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حضرات کی موجودگی میں ان کی تعریف کی ہے۔ صحیح مسلم کے ایک باب کے عنوان سے یہ مسئلہ خوب واضح ہو جاتا ہے۔ باب کا عنوان یوں ہے : بابُ النَّھیِ عَنِ المَدحِ اذا کان فیہ افراط' وخیف منہ فِتنۃٌ علَی المَمدُوحِ "تعریف کی ممانعت' جب کہ اس میں مبالغہ ہو اور اس

---

(۳۸) دیکھئے فتح الباری ۱۰/ ۴۷۸۔

سے ممدوح کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو"۔[۳۹]

البتہ جو شخص اپنی کوتاہیوں کا معترف ہوتا ہے اسے اس قسم کی تعریف سے نقصان نہیں ہوتا اور جب اس کی تعریف کی جاتی ہے تو وہ اپنے بارے میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوتا' کیونکہ اسے اپنے صحیح مقام کا علم ہوتا ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے : جب کسی کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو اسے چاہئے کہ یوں دعا کرے : اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی مَالاَ یَعْلَمُوْنَ' وَلاَ تُؤَاخِذْنِی بِمَا یَقُولُوْنَ' وَاجْعَلْنِی خَیْرًا مِمَّا یَظُنُّوْنَ[۴۰] "اے اللہ! میرے وہ گناہ معاف فرما دے جو ان لوگوں کو معلوم نہیں' اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اس پر میری گرفت نہ فرمانا' اور مجھے ان کے گمان سے بہتر بنا دے"۔

۱۱) غلطی کرنے والے کو عملی طور پر تعلیم دینا :

اکثر اوقات نظری تعلیم کے بجائے عملی تعلیم زیادہ مؤثر ہوتی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ حضرت جبیر بن نفیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے پانی منگوایا اور فرمایا: "ابو جبیر! وضو کر لیجئے"۔ ابو جبیر رضی اللہ عنہ نے منہ سے وضو کی ابتدا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو جبیر! منہ سے شروع نہ کیجئے' کافر منہ سے شروع کرتا ہے"۔ پھر حضور علیہ السلام نے پانی طلب فرمایا اور اپنے ہاتھ دھو کر اچھی طرح صاف کر لئے۔ پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' اور تین بار چہرہ مبارک دھویا' اور دایاں بازو کہنی تک تین بار دھویا' اور بایاں بھی تین بار دھویا' اور سر کا مسح کیا' اور قدم مبارک

---

(۳۹) صحیح مسلم' کتاب الزھد والرقائق۔

(۴۰) فتح الباری ۱۰/۴۷۸۔

دھوئے[۴۱]۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب صحابیؓ کو یہ بتایا کہ کافر پہلے مُنہ دھوتے ہیں تو اس کا مقصد ان کے دل میں اس غلطی سے نفرت پیدا کرنا تھا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ کافر بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈال دیتا ہے[۴۲] جو صفائی کا اہتمام کرنے کے منافی ہے۔ واللہ اعلم

۱۲) صحیح متبادل پیش کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے: بندوں کی طرف سے اللہ کو سلام' فلاں فلاں کو سلام۔ (ایک روایت میں ہے) جبرائیل کو سلام' میکائیل کو سلام[۴۳] نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یوں نہ کہا کرو کہ اللہ کو سلام' اللہ تو خود سلامتی والا ہے۔ بلکہ یوں کہو:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ' اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (تمام قولی' بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اے نبیؐ! آپ پر سلامتی ہو' اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر بھی سلامتی ہو' اور اللہ کے نیک بندوں پر

---

(۴۱) السنن الکبریٰ للبیہقی' ۴۶/۱ کتاب الطہارۃ باب التکرار فی غسل الیدین۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۷۷۲/۶ ح ۲۸۲۰۔

(۴۲) یہ نکتہ مجھے علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز نے بتایا تھا' جب میں نے ان سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا۔

(۴۳) سنن النسائی' کتاب التطبیق' باب کیفیۃ التشہد ح ۱۱۶۷ و ۱۱۶۸۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے (صحیح سنن النسائی ح ۱۱۱۸ و ۱۱۱۹)

بھی)۔ جب تم یہ کہو گے تو آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر بندے کو یہ دعا پہنچ جائے گی۔ (پھر کہو) اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔ اس کے بعد جو دُعا اسے اچھی لگے وہی منتخب کر کے پڑھ لے"۔ (۴۴)

اس کی ایک مثال یہ ہے' جو حضرت اُنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد کی) قبلہ والی دیوار پر بلغم لگا دیکھا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ چیز انتہائی ناگوار محسوس ہوئی' حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہو گئے۔ آپؐ نے خود اُٹھ کر اپنے ہاتھ سے کھرچ کر دیوار صاف کی اور فرمایا : "جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رَبّ کے ساتھ سرگوشیاں کر رہا ہوتا ہے' اور رَبّ قبلہ کی طرف اس کے سامنے ہوتا ہے لہٰذا کوئی شخص قبلہ کی طرف ہرگز نہ تھوکے' بلکہ بائیں طرف تھوکے' یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک لے"۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر اس میں تھوکا' اور کپڑے کا ایک حصہ دوسرے پر پلٹ دیا اور فرمایا : "یا اس طرح کر لے"۔ (۴۵)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں : "کوئی شخص اپنے سامنے ہرگز نہ تھوکے' نہ دائیں طرف تھوکے' لیکن بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک

---

(۴۴) صحیح البخاری کتاب الاذان باب مایتخیر من الدعا بعد التشهد ح ۸۳۵۔

(۴۵) صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب حك البزاق بالید من المسجد ح ۴۰۵۔

سکتا ہے"۔ (۴۶)

ایک اور مثال : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں (ایک عمدہ قسم کی کھجوریں) لے کر حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "یہ کہاں سے آئیں؟" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : "ہمارے پاس کچھ ادنیٰ قسم کی کھجوریں تھیں، مَیں نے ان کے دو صاع کے بدلے ایک صاع یہ کھجوریں لے لیں، تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانے کے لئے پیش کی جائیں"۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اوہو! یہ تو عین سود ہے، عین سود ہے! ایسے نہ کیا کرو۔ اگر تم خریدنا چاہو تو (اپنی ادنیٰ) کھجوریں الگ سودے کے طور پر بیچ دو، پھر (ان پیسوں سے) یہ (عمدہ کھجوریں) خرید لو"۔ (۴۷)

ایک روایت میں یوں ہے کہ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام ایک دن تر و تازہ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھجوریں بارانی زمین میں تھیں، ان میں خشکی محسوس ہوتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تمہیں یہ کھجوریں کہاں سے ملیں؟" اُس نے عرض کیا : "یہ ایک صاع ہم نے اپنی دو صاع کھجوروں کے بدلے خریدا ہے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "ایسے نہ کیا کرو، یہ درست نہیں۔ بلکہ اپنی کھجوریں بیچ دو، پھر جو کھجوریں چاہو خرید لو"۔ (۴۸)

---

(۴۶) صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب لا یبصق عن یمینه فی الصلاۃ ح ۴۱۲۔

(۴۷) صحیح البخاری کتاب الوکالة باب اذا باع الوکیل شیئًا فاسدًا فبیعه مردود ح ۲۳۱۲۔

(۴۸) مسند احمد ۳/۶۷۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والے بعض علماء جب لوگوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کرتے ہیں تو ان کے کام میں ایک نقص نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ یہ بات تو واضح کر دیتے ہیں کہ فلاں کام غلط ہے اور فلاں کام حرام ہے' لیکن یہ نہیں بتاتے کہ اس کی جگہ انہیں کیا کام کرنا چاہیئے' یا اس کام کا صحیح طریقہ کار کیا ہے۔ حالانکہ شریعت کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ جن حرام طریقوں سے اپنی کوئی غرض پوری کرتے ہیں' شریعت ان کی جگہ ان کا متبادل پیش کرتی ہے۔ مثلاً جب زنا کو حرام قرار دیا گیا تو اس کے ساتھ نکاح کا صحیح طریقہ بتا دیا گیا۔ اسی طرح اگر سود حرام کیا گیا ہے تو اس کی جگہ تجارت کو جائز قرار دے دیا گیا۔ خنزیر' مُردار' کچلی والے جانور اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندے حرام قرار دیئے گئے' تو دیگر مویشیوں اور شکار کئے جانے والے جانوروں کو ذبح کر کے کھانے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے علاوہ اگر کسی شخص سے حرام کام کا ارتکاب ہو جائے تو شریعت نے اس کیلئے توبہ اور کفارہ کا راستہ کھلا رکھا ہے' جس کی تفصیلات قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ لہٰذا مبلغ کو چاہیئے کہ شریعت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نعم البدل پیش کرے' اور مشکل سے نکلنے کے لیے شرعی حل تلاش کرے۔ (۴۹)

یہاں یہ اشارہ کر دینا مناسب ہے کہ متبادل پیش کرنا بہرحال استطاعت کے مطابق ہی ممکن ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک کام غلط ہوتا ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہوتا ہے' لیکن حالات کی خرابی کی وجہ سے یا لوگوں کی شریعت سے دوری کی وجہ سے عملاً کوئی مناسب نعم البدل موجود نہیں ہوتا' یا

(۴۹) صحیح نعم البدل پیش کرنے کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ضعیف یا موضوع حدیث کے بجائے ایسی صحیح حدیث پیش کر دی جائے جس سے مقصود حاصل ہو جائے۔

داعی کو بروقت کوئی متبادل یاد نہیں آتا' یا وہ اُن چیزوں سے واقف نہیں ہوتا جو صحیح متبادل بن سکتی ہیں۔ ان حالات میں بھی اس کے لئے غلطی پر تنبیہہ کرنا اور بُرائی سے روکنا ضروری ہے' اگرچہ وہ ان کی توجہ کسی متبادل کی طرف مبذول نہ کرا سکے۔ ایسی صورتحال عام طور پر بعض مالی معاملات اور سرمایہ کاری کے ان طریقوں میں پیش آتی ہے جو غیر مسلم معاشروں میں وجود میں آئے اور پھر اپنی تمام قباحتوں اور خلافِ شریعت امور سمیت مسلمانوں کے معاشروں میں رواج پا گئے اور مسلمانوں کی کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے ان کا کوئی شرعی نعم البدل ایجاد کر کے رائج نہیں کیا جا سکا۔ اس کے باوجود حقیقت یہی ہے کہ یہ نقص اور کوتاہی ہے اور شریعت میں ان کے متبادل موجود ہیں اور ایسے حل موجود ہیں جن کو اختیار کر کے مسلمان اس مشکل سے نکل سکتے ہیں' خواہ کسی کو ان حلوں کا علم ہو یا نہ ہو۔

۱۴) غلطی سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتانا :

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اُن کا ایک واقعہ روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ مقام جُحفَہ کی وادی خزار میں پہنچے تو وہاں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کرنے لگے۔ ان کا رنگ گورا تھا اور جلد بہت خوش رنگ تھی۔ قبیلہ بنو عدی بن کعب کے ایک صاحب حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا : ایسی جلد تو میں نے کبھی کسی پردہ نشین لڑکی کی بھی نہیں دیکھی (یعنی کتنا خوبصورت رنگ ہے)۔ اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ تو وہیں زمین پر گر پڑے۔ کسی نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ سہلؓ کو دیکھیں گے' اللہ کی قسم! وہ تو سر بھی نہیں اٹھاتے' انہیں کوئی افاقہ نہیں ہو رہا (سخت بخار ہے)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اس کے بارے میں کسی کو قصوروار سمجھتے ہو؟" صحابہ نے کہا: عامر بن ربیعہ نے انہیں (کپڑے اتارے ہوئے) دیکھا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے عامر رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا' اور انہیں سرزنش فرمائی۔ ارشاد فرمایا: "ایک آدمی اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ اگر تجھے ایک چیز اچھی لگی تھی تو تو نے برکت کی دعا کیوں نہ دی؟" پھر فرمایا: "اس کے لئے اپنے اعضاء دھوؤ"۔ انہوں نے ایک برتن میں چہرہ' ہاتھ' کہنیاں' گھٹنے' پاؤں اور تہہ بند کے اندر والا حصہ دھو کر (وہ پانی) دے دیا۔ وہ پانی حضرت سہل رضی اللہ عنہ پر ڈالا گیا۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جس کو نظر لگی ہو' کوئی شخص پانی اس کے پیچھے کی طرف سے اس کے سر اور کمر پر ڈال دے۔ پھر برتن بھی اس کے پیچھے ہی الٹا کر کے رکھ دے۔ چنانچہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسے ہی کیا گیا تو وہ ٹھیک ٹھاک ہو کر لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ (۵۰)

موطأ امام مالک میں بھی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "میرے والد حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے وادی خرّار میں غسل کیا۔ انہوں نے جُبّہ پہنا ہوا تھا۔ جب انہوں نے (غسل کرنے کے لئے) جُبّہ اتارا تو عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے۔ سہل رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا اور جلد خوش رنگ تھی۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اس جیسی جلد تو کبھی کسی کنواری لڑکی کی بھی نہیں دیکھی"۔ سہل رضی اللہ عنہ کو وہیں بخار چڑھ گیا' اور بخار بھی زور کا چڑھا۔ جناب

---

(۵۰) مسند احمد ۴۸۶/۲۔ امام ہیثمی نے کہا ہے کہ مسند احمد کی روایت صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ۱۰۷/۵ ح ۸۴۲۶' باب ماجاء فی العین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے آکر عرض کیا: "سہل رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا ہے اور وہ آپ کے ساتھ نہیں جا سکیں گے"۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے عامر رضی اللہ عنہ کی بات بتائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: "ایک شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ تم نے برکت کی دُعا کیوں نہ دی؟ نظر یقیناً حق ہے' اس کے لئے وضو کرو"۔ عامر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے وضو کیا۔ چنانچہ سہل رضی اللہ عنہ ٹھیک ٹھاک ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ (۵۱)

اس واقعہ میں مندرجہ ذیل فوائد ہیں :

- جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف پہنچنے کا سبب بنا ہو' تربیت کرنے والا اس پر ناراضگی کا اظہار کر سکتا ہے۔
- غلطی سے نقصان پہنچتا ہے اور بعض اوقات کوئی غلطی کسی کی جان بھی لے سکتی ہے۔
- ایسی تدبیر بتانا' جس سے مسلمان کو پہنچنے والے نقصان یا تکلیف کا سدِ باب ہو جائے۔

۱۴) غلطی کرنے والے کو براہِ راست مخاطب کرنے کے بجائے عمومی وضاحت پر اکتفا کرنا :

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں؟" حضور علیہ السلام نے اس بارے میں سختی سے تنبیہہ فرمائی' حتیٰ کہ ارشاد فرمایا : "وہ ضرور

(۵۱) موطا امام مالک' کتاب العین' باب الوضوء من العین ۹۳۸/۲۔

ضرور اس حرکت سے باز آجائیں' ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی"۔ (۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا۔ ان کے مالکوں نے اس شرط پر بیچنے پر رضامندی ظاہر کی کہ ولاء (۵۳) ان لوگوں کی ہوگی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا :

"کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب (یعنی شریعت) میں نہیں ہیں؟ جو شرط بھی اللہ کی کتاب میں نہیں وہ کالعدم ہے' اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ زیادہ درست ہے اور اللہ کی (بیان کی ہوئی) شرط زیادہ پختہ ہے۔ (قانون یہ ہے کہ) ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے"۔ (۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا' اور اس کی اجازت دی' لیکن کچھ لوگوں نے اس سے پرہیز کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا :

"کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ اس کام سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں؟ اللہ کی قسم! میں اللہ کے بارے میں ان سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں (کہ کونسا کام اللہ کو

---

(۵۲) صحیح البخاری' کتاب الاذان' باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ ح ۷۵۰۔

(۵۳) آزاد کرنے والے اور آزاد ہونے والے کا باہمی تعلق "ولاء" کہلاتا ہے۔ آزاد ہونے کے بعد غلام اسی خاندان کا فرد شمار کیا جاتا ہے جس خاندان سے آزاد کرنے والے کا تعلق ہو۔ چنانچہ آزاد ہونے والا جب فوت ہو جائے تو اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو یہی آزاد کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔

(۵۴) صحیح البخاری' کتاب المکاتب' باب استعانۃ المکاتب وسوالہ الناس ح ۲۵۶۳۔

پسند ہے اور کون سا نہیں) اور ان سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتا ہوں"۔ (۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی طرف بلغم لگا دیکھا۔ آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "کیا وجہ ہے کہ ایک آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے چہرے کی طرف تھوک دیتا ہے؟ کیا کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے سامنے آ کر اس کے چہرے پر تھوک دیا جائے؟ جب کسی کو بلغم پھینکنا ہو تو بائیں طرف اپنے پاؤں کے نیچے پھینکے، ورنہ اس طرح کر لے"۔ (حدیث کے راوی قاسمؒ نے بتایا کہ صحابی نے کپڑے میں تھوک کر اسے مسل کر بتایا)۔ (۵۶)

سنن نسائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورۂ روم کی تلاوت کی، آپؐ کو قراءت میں التباس ہو گیا۔ جب حضور علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور وضو اچھی طرح نہیں کرتے؟ قرآن میں یہی لوگ ہمیں مشابہ ڈالتے ہیں"۔ (۵۷)

اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن میں مشترک چیز یہ ہے کہ غلطی کرنے والے کو شرمندہ نہ کیا جائے۔ غلطی کرنے والے کو براہِ راست مخاطب نہ

---

(۵۵) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالعتاب ح ۶۱۰۱۔

(۵۶) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن المبصاق فی المسجد ح ۵۵۰۔

(۵۷) سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءة فی الصبح والروم ح ۹۴۶۔ اس سے ملتے جلتے الفاظ میں مسند احمد (۳/ ۴۷۳) میں بھی مروی ہے۔

کرنے اور اشارہ سے اس کی غلطی واضح کرنے کے اس اسلوب میں بہت سے فائدے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :

۱) غلطی کرنے والے کی طرف سے منفی ردِّ عمل کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اس طرح شیطان اس کے انتقامی جذبات کو ہوا دے کر انتقام کی طرف مائل نہیں کرسکتا۔

۲) اس اسلوب کو زیادہ قبول کیا جاتا ہے اور دل پر اس کا زیادہ گہرا اثر ہوتا ہے۔

۳) اس سے غلطی کرنے والے کی پردہ پوشی ہوتی ہے۔

۴) غلطی کرنے والے کے دل میں نصیحت کرنے والے کی قدر و منزلت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ تعریض کے اس اسلوب کا مقصد یہ ہے کہ غلطی کرنے والے کو رُسوا کئے بغیر مسئلہ سمجھا دیا جائے' لہٰذا یہ اسلوب اس وقت استعمال کرنا چاہیئے جب اس کی غلطی عام لوگوں سے پوشیدہ ہو۔ لیکن اگر اکثر لوگوں کو اس کا علم ہو' اور اسے معلوم ہو کہ اکثر لوگ یہ بات جانتے ہیں' تو اس صورت میں یہ اسلوب سخت زجر و توبیخ کا حامل اور غلطی کرنے والے کے لئے سخت تکلیف دہ بن جاتا ہے' بلکہ بعض اوقات تو وہ یہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش اسے براہِ راست تنبیہہ کردی جاتی' اور اس کے ساتھ یہ اسلوب اختیار نہ کیا جاتا۔ اس کی تاثیر میں اس سے بھی فرق پڑتا ہے کہ بات کہنے والا کون ہے؟ اور کس کے سامنے بات کی جارہی ہے؟ اور بات نصیحت اور خیرخواہی کے انداز سے کہی گئی ہے یا تنگ کرنے کے انداز سے؟

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بالواسطہ کلام کا یہ انداز تربیت کا ایسا انداز ہے جس

سے غلطی کرنے والے کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی' بشرطیکہ اسے استعمال کرتے ہوئے حکمت سے کام لیا جائے۔

۱۵) غلطی کرنے والے کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنا

یہ طریقہ بعض خاص حالات میں ہی استعمال کیا جا سکتا ہے' اور اس کے لئے حالات کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کے بہت زیادہ منفی اثرات نہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ سے اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے پڑوسی کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جاؤ' صبر کرو"۔ وہ دو تین دفعہ شکایت لے کر حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: "جاؤ' اپنے گھر کا سامان راستے میں ڈال دو"۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ (گزرنے والے) لوگ اس سے پوچھتے' وہ وجہ بتا دیتا۔ لوگ پڑوسی کو برا بھلا کہتے' اللہ اس کے ساتھ یوں یوں کرے۔ آخر پڑوسی نے آکر اس سے کہا: "(اپنے گھر میں) واپس آجاؤ' آئندہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوگی جو تمہیں ناگوار ہو"۔ (۵۸)

اس کے برعکس ایک دوسرا اسلوب ہے' جو اور قسم کے حالات میں' اور دوسرے قسم کے افراد کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ غلطی کرنے والے کو عام لوگ ناجائز طور پر تنگ نہ کریں۔ اس کی وضاحت آئندہ نکتہ سے ہوتی ہے۔

۱۶) غلطی کرنے والے کے خلاف شیطان کی مدد کرنے سے پرہیز:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں

(۵۸) سنن ابی داود' کتاب الادب' باب فی حق الجوار' ح ۵۱۵۳۔
علامہ البانی نے حدیث کو صحیح حسن کہا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح ابی داود ح ۴۲۹۲۔

ایک آدمی تھا' اس کا نام تو عبداللہ تھا' لیکن حمار کے لقب سے معروف تھا۔ وہ (دل لگی کی باتیں کر کے) آنحضرت ﷺ کو خوش کر دیا کرتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے شراب نوشی کی سزا کے طور پر کوڑے بھی مارے تھے۔ ایک بار (پھر) اسے حاضر کیا گیا (کیونکہ اُس نے پھر شراب پی لی تھی)۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے اسے کوڑے مارے گئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا : اے اللہ! اس پر لعنت کر' اسے کتنی بار (اس جرم میں پکڑ کر) لایا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا : "اسے لعنت نہ کرو' جہاں تک مجھے علم ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے"۔ (۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی کو حاضر کیا گیا جو نشے میں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اسے مارا جائے۔ ہم میں سے کسی نے اسے ہاتھ سے مارا' کسی نے جوتے سے مارا' کسی نے کپڑے سے مارا۔ جب وہ (سزا پا کر) واپس ہوا' تو (حاضرین میں سے) کسی نے کہا : "اسے کیا ہے؟ اللہ اسے رُسوا کرے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "اپنے بھائی کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو"۔ (۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی کو حاضر کیا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپؐ نے فرمایا : "اسے مارو"۔ صحابی فرماتے ہیں : "ہم میں سے کسی نے اسے ہاتھ سے مارا' کسی نے جوتے سے' کسی نے کپڑے سے۔ جب وہ (سزا پا کر) واپس ہوا تو کسی نے کہا:

---

(۵۹) صحیح البخاری' کتاب الحدود' باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر....الخ ح ۶۷۸۰۔

(۶۰) حوالہ سابقہ ح ۶۷۸۱۔

"اللہ اسے رُسوا کرے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یوں نہ کہو' اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو"۔ (۶۱)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے ڈانٹ ڈپٹ کرو"۔ لوگ اس سے کہنے لگے: "تو اللہ سے نہ ڈرا؟ تُو نے اللہ کا خوف نہ کیا؟ تجھے رسول اللہ ﷺ سے شرم نہ آئی؟" پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس روایت میں ہے: "یوں کہو: اے اللہ اسے بخش دے' اے اللہ اس پر رحم کر"۔ (۶۲)

ایک روایت میں ہے: جب وہ واپس ہوا' تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اللہ تجھے رُسوا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسے نہ کہو' اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو' بلکہ یوں کہو: بلکہ اللہ تجھ پر رحم کرے"۔ (۶۳)

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جب کسی گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے تو اُس وقت بھی وہ مسلمان رہتا ہے' اور اس کے دل میں بنیادی طور پر اللہ اور اس کے رسول کی محبت باقی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے ایمان اور اللہ سے محبت کا انکار درست نہیں' نہ اسے ایسی بد دُعا دینی درست ہے جس کے نتیجہ میں اس کے خلاف شیطان کو مدد ملے' بلکہ اس کے لئے ہدایت' مغفرت اور رحمت کی دُعا کرنی چاہیئے۔

---

(۶۱) صحیح البخاری' کتاب الحدود' باب الضرب بالجرید والنعال ح ۶۷۷۷۔

(۶۲) سنن ابی داود' کتاب الحدود' باب الحد فی الخمر ح ۴۴۷۸' علامہ البانی نے صحیح کہا ہے' ملاحظہ ہو صحیح سنن ابی داود ح ۳۷۵۹۔

(۶۳) مسند احمد ۲/ ۳۰۰۔ استاذ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے' ملاحظہ ہو شرح احمد شاکر ح ۷۹۷۳۔

۱۷) غلط کام سے رُک جانے کو کہنا:

ایک بڑی اہم چیز یہ بھی ہے کہ غلطی کرنے والے کو غلطی کرتے چلے جانے سے منع کر دیا جائے' تاکہ وہ مزید غلطیوں کا مرتکب نہ ہو' اور بُرائی سے روکنے کا فریضہ بلا تاخیر انجام پا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (کسی بات میں) یوں کہہ دیا: "قسم ہے میرے باپ کی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رُک جایئے' جو شخص اللہ کے سوا کسی چیز کی قسم کھاتا ہے' وہ شرک کرتا ہے"۔ (۶۴)

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ' تم نے (دوسروں کو) تکلیف پہنچائی ہے"۔ (۶۵)

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ڈکار لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی ڈکار روکو' جو لوگ دنیا میں زیادہ پیٹ بھرتے ہیں' قیامت کے دن وہ زیادہ دیر تک بھوکے رہیں گے"۔ (۶۶)

---

(۶۴) مسند احمد ۴۷/۱۔ استاذ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے (ح ۳۲۹)

(۶۵) سنن ابی داود' کتاب الصلاۃ' باب تخطی ء رقاب الناس یوم الجمعۃ ح ۱۱۱۸۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح سنن ابی داود ح ۹۸۹۔

(۶۶) سنن الترمذی' کتاب صفۃ القیامۃ' باب ۳۶' ح ۲۴۷۸۔
علامہ البانی نے حدیث کو دیگر معاون احادیث کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۶۰۶/۱۔۶۱۱ ح ۳۴۳۔

ان احادیث میں غلطی کرنے والے کو براہ راست یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کام سے رُک جائے' اور باز رہے۔

۱۸) اصلاح کے لئے غلطی کرنے والے کی رہنمائی :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لئے کئی انداز اختیار فرمائے ہیں' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :

○ غلطی کرنے والے کی توجہ غلطی کی طرف مبذول کرانا' تاکہ وہ خود ہی اصلاح کرلے۔

اس کی ایک مثال حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا روایت کردہ ایک واقعہ ہے۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مَسجِد میں تشریف لے گئے' دیکھا کہ ایک شخص مَسجِد کے درمیان میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالے اپنے خیالات میں کھویا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اشارہ سے متنبہ کیا' اسے اپنی غلطی کی سمجھ نہ آئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا: "جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے اپنی انگلیوں میں انگلیاں نہیں ڈالنا چاہئیں۔ یہ عمل شیطان کی طرف سے ہے۔ اور آدمی جب تک مَسجِد میں رہتا ہے' وہ باہر جانے تک نماز ہی میں ہوتا ہے"۔ (٦٧)

○ غلط کام کو دوبارہ صحیح طریقے سے انجام دینے کا حکم' بشرطیکہ ممکن ہو :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَسجِد میں ایک طرف تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مَسجِد میں داخل ہوا' نماز پڑھی' پھر آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "وعلیکم السلام'

---

(٦٧) مسند احمد ۳/ ۵۴۔ استاذ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح احمد شاکر ح ۱۱۵۳۲۔

جا کر دوبارہ نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی"۔ اُس نے جا کر دوبارہ نماز پڑھی' پھر (نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں) حاضر ہوا اور سلام کہا۔ آپؐ نے فرمایا: "وعلیکم السلام' جا کر دوبارہ نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی"۔ دوسری یا تیسری دفعہ میں اُس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے سکھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو (اچھی طرح سنوار کر) کامل وضو کر' پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہہ' پھر تجھے جو قرآن یاد ہے اس میں سے جو آسان معلوم ہو پڑھ لے' پھر رکوع کر' حتیٰ کہ تو اطمینان سے رکوع کر لے۔ پھر سر اٹھا حتیٰ کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے' پھر سجدہ کر حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لے' پھر سر اٹھا' حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جائے' پھر سجدہ کر' حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لے' پھر سر اٹھا حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جائے' پھر پوری نماز میں اسی طرح کر"۔ (۶۸)

قابلِ توجہ امور:

○ نبی اکرم ﷺ اپنے ارد گرد کے لوگوں کے کاموں کو توجہ سے ملاحظہ فرماتے تھے' تاکہ انہیں تعلیم دے سکیں۔ نسائی کی روایت میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے: "ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے تھے لیکن ہمیں محسوس نہ ہوا۔ جب وہ (نماز سے) فارغ ہوا تو اُس نے آکر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جا کر دوبارہ نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی... الخ"۔ لہٰذا تربیت دینے والے میں یہ خوبی ہونی چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کے افعال سے غافل نہ ہو۔

---

(۶۸) صحیح البخاری' کتاب الاستئذان' باب من رد فقال: علیك السلام... ح ۶۲۵۱۔ الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ حدیث صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں مروی ہے۔

○ تعلیم کی حکمت میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ غلطی کرنے والے کو وہی کام دوبارہ کرنے کو کہا جائے۔ ممکن ہے وہ اپنی غلطی سمجھ جائے اور خود ہی اس کی اصلاح کرلے' بالخصوص جبکہ غلطی واضح ہو' جو اُس جیسے شخص سے نہیں ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے وہ بھول گیا ہو اور دوبارہ کرتے ہوئے اسے یاد آجائے۔

○ اگر غلطی کرنے والا اپنی غلطی خود نہ سمجھ سکے تو تفصیل سے بیان کردینا ضروری ہے۔

○ جب کوئی شخص کسی مسئلہ کو جاننے کی خواہش کرے' اس کے بارے میں سوال کرے' اور اس کا دل اس کی طرف متوجہ ہو' اُس وقت مسئلہ بتانے سے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ پختگی سے ذہن نشین ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر سوال کئے بغیر اور شوق پیدا ہوئے بغیر معلومات دی جائیں تو اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تعلیم کے بہت سے ذرائع ہیں' استاد حالات کے مطابق کوئی بھی مناسب ذریعہ اختیار کرسکتا ہے۔

غلط کام کو دوبارہ نئے سرے سے صحیح انداز سے کرنے کا حکم دینے کی ایک اور مثال صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک آدمی نے وضو کیا' اس کے پاؤں پر ایک ناخن برابر جگہ خشک رہ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ لیا اور فرمایا: "واپس جاکر اچھی طرح وضو کرو"۔ وہ واپس گیا (اور وضو کیا) پھر نماز پڑھی۔[۶۹]

---

(۶۹) صحیح مسلم' کتاب الطھارۃ' باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ ح ۲۴۳۔

ایک اور مثال سنن ترمذی کی حدیث ہے جو حضرت کَلَدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کچھ دودھ، کھیس[۷۰] اور ضغابیس[۷۱] دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت وادی کے بلند حصے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت کَلَدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَیں سلام کئے اور اجازت لئے بغیر اندر حضور علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "واپس جاؤ، اور کہو: السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں؟"[۷۲]

○ غلطی کی اصلاح کے لئے ممکن تلافی کا حکم دینا:

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی مَرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ اکیلا نہ رہے"۔ ایک آدمی نے اُٹھ کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لئے روانہ ہو گئی ہے اور مَیں نے فلاں غزوہ میں نام لکھوا دیا ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واپس جاکر اپنی بیوی کے ساتھ حج ادا کرو"۔[۷۳]

○ غلطی کے آثار کی اصلاح:

سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی

---

(۷۰) گائے بھینس وغیرہ کا گاڑھا گاڑھا دودھ جو بچہ پیدا ہونے پر تین روز تک نکلتا ہے۔ (پنجابی: بوہلی)۔

(۷۱) کھیرے یا ککڑی کی قسم کی ایک چھوٹی چیز۔

(۷۲) سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم قبل الاستئذان ح ۲۷۱۰۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلة الاحادیث الصحیحہ ح ۲۸۱۸/۳۸۱۔

(۷۳) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لایخلون رجل بامرءة اِلاَّ ذو محرم، ح ۵۲۳۳۔

نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا : "میں ہجرت کی بیعت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں' اور اپنے والدین کو روتے چھوڑ کر آگیا ہوں"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "واپس جاؤ' اور جس طرح انہیں رُلایا ہے' اسی طرح انہیں ہنساؤ"۔ (۷۴)

○ غلطی کا کفّارہ ادا کرنا :

بعض غلطیاں ایسی ہیں جن کا ازالہ ناممکن ہے۔ شریعت نے انکے اثرات ختم کرنے کیلئے دوسرے طریقے مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ کفارہ کی ادائیگی بھی ہے۔ کفارے کی بہت سی قسمیں ہیں' مثلاً قسم کا کفارہ' ظہار کا کفارہ' قتل خطا کا کفارہ' رمضان کے روزہ کے دوران ازدواجی اختلاط کا کفارہ' وغیرہ۔

۱۹) جہاں غلطی ہو' اس پر تنبیہہ کر کے باقی عمل کو قبول کرنا :

بعض اوقات کوئی بات یا کوئی کام سارے کا سارا غلط نہیں ہوتا' اس صورت میں حکمت کا تقاضا ہے کہ صرف اتنی چیز کو غلط کہا جائے جو غلطی پر مشتمل ہے' پوری بات یا سارے عمل کو غلط قرار نہ دیا جائے۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جو حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میری رخصتی ہوئی تو نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپؐ میرے پاس اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم (۷۵) بیٹھے ہوئے ہو۔ ہماری کچھ بچیاں دَف بجانے لگیں اور جنگ بدر میں ہمارے جو بزرگ جاں بحق

(۷۴) سنن النسائي' كتاب البيعة' باب البيعة على الهجرة ح ۴۱۷۴۔ علامہ البانی نے مکمل حوالوں کے ساتھ حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو ارواء الغليل ۱۹/۵ ح ۱۱۹۹۔

(۷۵) یعنی حضرت خالد بن ذکوان' جنہیں حضرت ربیع رضی اللہ عنہا یہ واقعہ سنا رہی تھیں۔

ہوئے تھے' ان کے بارے میں شعر پڑھنے لگیں۔ اس دوران ایک لڑکی نے یہ شعر پڑھا: "وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ" (ہم میں وہ نبی ہے جو کل کو پیش آنے والے حالات سے باخبر ہے)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا. "یہ بات چھوڑ دو' اور جو کچھ تم پہلے کہہ رہی تھی' وہی کہتی رہو"۔(۷۶)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس بات سے خاموش رہو' اور وہ بات کہو جو تم اس سے پہلے کہہ رہی تھی"۔(۷۷)

ابنِ ماجہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ بات نہ کہو' جو کچھ کل ہونے والا ہے اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے"۔(۷۸)

اس رویئے کے نتیجے میں غلطی کرنے والے کو اصلاح کرنے والے کے عدل و انصاف کا احساس ہوتا ہے' جس کی وجہ سے غلطی کرنے والا اس کی تنبیہہ کو آسانی سے قبول کرلیتا ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ غلطی دیکھ کر اس قدر غضب ناک ہوتے ہیں کہ وہ اس کی صحیح اور غلط پر مشتمل پوری بات کو غلط کہہ کر رد کر دیتے ہیں' جس کی وجہ سے غلطی کرنے والا بھی اپنی غلطی تسلیم کر کے اصلاح پر آمادہ نہیں ہوتا۔

بعض اوقات غلطی اُن الفاظ میں نہیں ہوتی جو کہے گئے ہیں' بلکہ جس موقعہ پر وہ الفاظ کہے گئے ہیں وہ صحیح نہیں ہوتا۔ جیسے جب کسی کی وفات ہو جاتی ہے تو

---

(۷۶) صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ ح ۵۱۴۷۔

(۷۷) سنن الترمذی کتاب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح ح ۱۰۹۰۔ امام ترمذی نے حدیث کو "حسن صحیح" کہا ہے۔

(۷۸) سنن ابن ماجۃ کتاب النکاح باب الغناء والدف ح۱۸۹۷۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن ابن ماجۃ ح۱۵۳۹۔

تعزیت کے لئے آنے والوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ فاتحہ پڑھیں اور تمام حاضرین سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں۔ دلیل کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن ہی پڑھا ہے کوئی کفریہ کلام تو نہیں پڑھا۔ تو ایسے لوگوں کے لئے یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ان کے عمل میں جو غلطی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اس موقعہ پر ایک عبادت کے طور پر فاتحہ کی تخصیص کرلی ہے حالانکہ اس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں' اور بدعت یہی تو ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی تھی جب ان کے قریب ایک شخص کو چھینک آئی اور اُس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ تو ابنِ عمرؓ نے فرمایا: "یہ تو میں بھی کہتا ہوں کہ سب تعریف اللہ کے لئے (الحَمدللّٰہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو (والسَّلام علی رسولِ اللّٰہ)' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح کہنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ہر حال میں الحمد للہ کہیں۔"(۷۹)

۲۰) حق دار کو حق دلانے کے ساتھ ساتھ غلطی کرنے والے کے مقام کا احترام برقرار رکھنا:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے' انہوں نے فرمایا: "خاندانِ حمیرَ سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی نے (جنگ کے دوران) دشمن کے ایک آدمی کو قتل کیا۔ انہوں نے مقتول کا سامان لینا چاہا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ سامان دینے سے انکار کردیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس فوج کے سپہ سالار تھے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت

(۷۹) سنن الترمذی کتاب الادب باب ما یقول العاطس اذا عطس ح ۲۷۳۸۔

خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "آپ نے اسے مقتول کا سامان دینے سے کیوں انکار کیا؟" انہوں نے کہا: "یارسول اللہ! میں نے محسوس کیا کہ یہ بہت زیادہ ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے وہ سامان دے دیجئے"۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضرت خالدؓ کی چادر کھینچی' اور (حمیری صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا: میں نے تجھ سے جو کچھ کہا تھا وہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروا دیا نا؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو غضبناک ہو گئے۔ فرمایا: "خالد! اسے نہ دینا' خالد' اسے نہ دینا' کیا تم میرا لحاظ کر کے میرے (مقرر کردہ) امیروں کو چھوڑ نہیں سکتے؟ تمہاری اور ان کی مثال تو ایسے ہے جیسے ایک آدمی کو اونٹوں یا بکریوں کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی' اُس نے ان کا خوب اچھی طرح خیال رکھا۔ پھر ان کو پانی پلانے کے وقت کا خیال رکھا' اور انہیں (بَروقت) حوض پر لے گیا' انہوں نے پانی پینا شروع کیا تو صاف پانی پی لیا اور گدلا پانی چھوڑ دیا۔ تو صاف پانی تو تم لوگوں کے لئے ہے اور گدلا پانی اِن (سالاروں) کے لئے؟"(۸۰)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے زیادہ تفصیل سے یہ واقعہ روایت کیا ہے۔ اس روایت کے مطابق حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم شام کی طرف جہاد کے لئے گئے' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا گیا۔ عوف فرماتے ہیں: حمیر کی امدادی فوج کا ایک آدمی ہمارے ساتھ آملا۔ وہ ہمارے خیمہ میں آگیا۔ اس کے پاس صرف ایک تلوار تھی اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ ایک مسلمان نے ایک اونٹ ذبح کیا' اُس نے کسی نہ کسی طرح اس کی کھال کا ڈھال کی شکل کا

(۸۰) صحیح مسلم کتاب الجهاد باب استحقاق القاتل سلب القتيل ح ۴۵۴۵ (۱۲/ ۶۴ مع شرح النووی)

ایک ٹکڑا حاصل کر لیا۔ اُس نے اسے زمین پر بچھا کر آگ جلا کر خشک کر لیا۔ پھر ڈھال کی طرح اُس کو ایک دستہ لگا دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ دشمنوں سے ہماری مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ ان میں رومی بھی تھے اور قضاعہ قبیلے کے عربی بھی۔ انہوں نے ہم سے بڑی شدید جنگ کی۔ ان کی فوج میں ایک رومی سرخ گھوڑے پر سوار تھا' جس کی کاٹھی پر سونا لگا ہوا تھا' اس کی پیٹی پر بھی بہت سا سونا لگا ہوا تھا' اور تلوار بھی ایسی ہی تھی۔ وہ مسلمانوں پر حملے کرنے لگا اور اپنے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کرنے لگا۔ مسلمانوں کی امدادی فوج کا وہ مجاہد اس رومی کی تاک میں رہا' حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو اس پر پیچھے سے حملہ کر دیا' اس کی تلوار گھوڑے کی ٹانگ پر لگی' وہ آدمی گر گیا۔ مجاہد نے اس پر تلوار کے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی' تو اُس نے اپنے سامان کا مطالبہ کیا (جو مقتول کافر سے حاصل ہوا تھا)' لوگوں نے گواہی دی کہ اِسی نے اس رومی کو قتل کیا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اُسے کچھ سامان دیا' باقی روک لیا۔ جب وہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ کے خیمے میں آیا تو یہ بات بتائی۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: دوبارہ ان کے پاس جائیے' وہ باقی سامان بھی دے دیں گے۔ وہ دوبارہ گیا' لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ ہے کہ سَلَب (مقتول کا ذاتی سامان) قاتل کے لئے ہوتا ہے؟ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ سامان اس کے لئے بہت زیادہ ہے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی (یعنی جب بھی خدمت نبوی میں حاضر ہوا) تو یہ واقعہ ضرور عرض کروں گا۔"

جب وہ مجاہد مدینہ آیا تو حضرت عوف رضی اللہ عنہ کے کہنے پر اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کو بلا لیا۔ (جب وہ آئے تو) عوف رضی اللہ عنہ (مجلس میں) بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خالد! آپ نے اس شخص کو اس کے مقتول کا سامان کیوں نہیں دیا؟" انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرا خیال تھا کہ وہ بہت زیادہ ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ اسے دے دیجئے!"۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر) خالد رضی اللہ عنہ عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو عوف رضی اللہ عنہ نے ان کی چادر کھینچی اور (حمیری صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا: میں نے تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات عرض کی تھی اس کا تمہیں فائدہ پہنچ جائے گا"۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا: "خالد! اِسے مت دینا۔ کیا تم میرا لحاظ کر کے میرے (مقرر کردہ) امیروں کو نہیں چھوڑ سکتے؟ تمہاری اور ان (اُمراء) کی مثال تو ایسے ہے جیسے کسی شخص کو اونٹ یا بکریاں چرانے کی ذمہ داری سونپی گئی' اس نے انہیں چرایا' پھر ان کو پانی پلانے کے لئے اچھی جگہ تلاش کی' پھر انہیں (وہاں بنے ہوئے) حوض پر لے گیا' انہوں نے پانی پینا شروع کر دیا' اور (سارا) صاف پانی پی لیا' گدلا پانی چھوڑ دیا۔ (تمہاری حالت بھی یہی ہے کہ) صاف پانی تو تمہارے لئے ہے اور گدلا ان کے لئے!"۔ (۸۱)

ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے قاتل کو زیادہ سَلب نہیں دیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق دار کو اس کا حق دیئے جانے کا حکم دے کر اس غلطی کا ازالہ کر دیا۔ لیکن حضور علیہ السلام نے جب یہ سنا کہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مذاق اُڑاتے ہوئے حمیری صحابی

---

(۸۱) مسند احمد ۶/۲۶۔

سے کہا کہ میں نے تجھ سے جو کچھ کہا تھا' کیا میں نے وہ کام رسول اللہ ﷺ سے کروا دیا یا نہیں؟ تو آنحضرت ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی چادر کھینچی تھی جب وہ ان کے پاس سے گزر رہے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "خالد! اسے مت دینا"۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ امیر اور قائد پر اعتماد بحال رکھا جائے' کیونکہ لوگوں میں ان کے مقام کو قائم رکھنے میں واضح فوائد موجود ہیں۔

یہاں ایک اشکال پیش آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب قاتل سَلَب کا مستحق تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس کا حق کیوں روک لیا؟

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں۔

۱) ممکن ہے نبی اکرم ﷺ نے بعد میں قاتل کو مقتول کا سامان (سلب) دلوا دیا ہو۔ اس کو سلب دلوانے میں تاخیر کا مقصد اسے اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو تنبیہہ کرنا تھا' کیونکہ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں نامناسب الفاظ استعمال کیئے اور اس طرح لشکر کے قائد اور انہیں قائد مقرر کرنے والے کے احترام کے منافی رویہ اختیار کیا۔

۲) ممکن ہے سلب کے مالک نے اپنی خوشی اور اختیار سے اپنا وہ حق چھوڑ دیا ہو' اور اسے عام مسلمانوں کا حق قرار دے دیا ہو۔ اس کا مقصد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی دل شکنی کا ازالہ تھا' اور اس میں مصلحت یہ تھی کہ لوگوں کے دلوں میں امیروں کا احترام قائم رہے۔

جس شخص کے ساتھ نامناسب رویّہ اختیار کیا گیا ہو' اس کا مقام بحال کرنے کی ایک اور مثال مسند احمد کی یہ حدیث ہے جو حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور

انہیں سلام کہا' انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ آگے گزر گیا تو اہل مجلس میں سے ایک شخص بولا: "اللہ کی قسم! مَیں تو اِس (گزرنے والے) آدمی سے اللہ کے لئے نفرت کرتا ہوں"۔ اہل مجلس نے کہا: "اللہ کی قسم! تُو نے بہت بُری بات کہی۔ ہم ضرور اسے بتائیں گے"۔ (اس کے بعد انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو کہا) "اے فلاں! اُٹھ کر اسے بتاؤ!"۔ ان کے بھیجے ہوئے آدمی نے اس سے مل کر اسے یہ بات بتائی۔

وہ شخص وہیں سے واپس ہو کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میں مسلمانوں کی ایک مجلس کے پاس سے گزرا' ان میں فلاں شخص بھی موجود تھا' میں نے انہیں سلام کیا' انہوں نے جواب دیا۔ جب میں آگے گزر گیا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھ تک پہنچ کر مجھے بتایا کہ فلاں نے کہا ہے: اللہ کی قسم! مَیں اس آدمی سے اللہ کے لئے نفرت کرتا ہوں۔ اسے بلا کر دریافت کیجئے وہ مجھ سے کس بنیاد پر بغض رکھتا ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور اس سے وہ بات دریافت کی جو اس شخص نے بتائی تھی۔ اُس نے اعتراف کیا اور کہا: "اللہ کے رسول! میں نے واقعی یہ بات کہی ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اس سے کیوں بغض رکھتے ہو؟"۔ اُس نے کہا: "مَیں اس کا ہمسایہ ہوں اور اس سے خوب واقف ہوں۔ اللہ کی قسم! مَیں نے اسے اس (فرض) نماز کے سوا کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جو ہر نیک و بد پڑھتا ہی ہے"۔ اُس آدمی نے کہا: "اے اللہ کے رسول! اس سے دریافت کیجئے کیا میں نے کبھی نماز وقت سے تاخیر کر کے پڑھی ہے؟ یا کبھی بُری طرح سے وضو کیا ہے؟ یا نماز کے رکوع سجود صحیح انداز سے ادا نہیں کیے؟"

رسول اللہ ﷺ نے اس (شکایت کرنے والے) سے پوچھا تو اُس نے کہا: "جی

نہیں"۔ پھر کہا: "اللہ کی قسم! یہ مہینہ (رمضان) جس میں نیک و بد سب روزے رکھتے ہیں، اس کے علاوہ میں نے اسے کبھی روزہ رکھتے نہیں دیکھا"۔ اُس نے کہا "یا رسول اللہ! کیا اس نے کبھی دیکھا ہے کہ میں نے رمضان میں روزہ چھوڑا ہو؟ یا اس کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کی ہو؟" رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تو اُس نے کہا: "جی نہیں"۔ پھر کہا: "اللہ کی قسم! میں نے اسے کبھی کسی سائل کو کچھ دیتے نہیں دیکھا، نہ کسی نیکی کے کام میں فی سبیل اللہ خرچ کرتے دیکھا ہے، سوائے اس زکوٰۃ کے جو ہر نیک و بد ادا کرتا ہے"۔ اُس نے کہا: "یا رسول اللہ! اس سے پوچھئے کیا میں نے زکوٰۃ میں سے کبھی کوئی چیز چھپائی ہے؟ یا اس کی ادائیگی میں لیت و لعل کی ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے اس سے یہ بات پوچھی تو اُس نے کہا: "جی نہیں"۔ پھر آنحضرت ﷺ نے شکایت کرنے والے سے فرمایا: "جاؤ، کیا معلوم وہ تم سے بہتر ہو"۔ (۸۲)

یہ بات بہت اہم ہے کہ غلطی کرنے والا جب اپنی غلطی سے رجوع کر کے توبہ کر لے تو پھر اس کے مقام و مرتبہ کا مناسب خیال رکھا جائے، تاکہ وہ راہِ راست پر قائم رہ کر لوگوں کے ساتھ حسب معمول زندگی گزار سکے۔ وہ مخزومی خاتون جس کا ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹ دیا گیا تھا، اس کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا ہے: "بعد میں وہ خاتون اچھے انداز سے تائب ہو گئیں اور انہوں نے شادی کر لی۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آیا کرتی تھیں، تو انہیں جو کام ہوتا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیا کرتی تھی"۔ (۸۳)

---

(۸۲) مسند احمد ۴۵۵/۵

(۸۳) صحیح مسلم کتاب الحدود باب قطع السارق الشریف وغیرہ ح۱۶۸۸۔

(۲۱) مشترکہ غلطی میں فریقین کو تنبیہہ کرنا :

اکثراوقات ایسا ہوتا ہے کہ غلطی میں دونوں فریق شریک ہوتے ہیں' اور جس شخص کے حق میں غلطی ہوئی ہوتی ہے خود وہ بھی غلطی پر ہوتا ہے' اگرچہ ایک فریق کی غلطی دوسرے سے زیادہ ہو۔ اس صورت میں غلطی سے تعلق رکھنے والے دونوں فریقوں کو تنبیہہ یا نصیحت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی ایک مثال درج ذیل ہے :

حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خالد! جنگِ بدر میں شریک ہونے والے ایک آدمی کو تکلیف نہ پہنچاؤ' اگر آپ اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردیں تو اس کے عمل (کے برابر ثواب) کو نہیں پہنچ سکتے۔"

انہوں نے عرض کیا :"لوگ مجھے نامناسب باتیں کہہ دیتے ہیں' تو میں بھی جواب دے دیتا ہوں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "خالد کو تکلیف نہ پہنچاؤ' وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جو اُس نے کافروں پر مسلّط کردی ہے"۔ (۸۴)

(۲۲) غلطی کرنے والے سے متأثرہ فریق سے معذرت کا مطالبہ کرنا :

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: عرب لوگ سفرمیں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ (ایک سفرمیں) حضرت ابوبکراور

(۸۴) المعجم الصغیر للطبرانی ۲۲۵/۱ ح ۵۷۱ والمعجم الکبیر ۱۰۴/۴ ح۳۸۰۱۔ و کشف الاستار بزوائد البزار ۲۶۶/۳ (مناقب خالد بن الولید) ح ۲۷۱۹۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک آدمی تھا' جو اُن کی خدمت کرتا تھا۔ (ایک بار ایسا ہوا کہ) وہ دونوں سو گئے' جب جاگے تو اس شخص نے ابھی ان کے لئے کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ ان حضرات میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "یہ شخص بہت سوتا ہے"۔ پھر اسے جگایا اور کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا: ابوبکر اور عمر سلام عرض کرتے ہیں اور سالن مانگ رہے ہیں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان دونوں کو سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ وہ سالن کھا تو چکے ہیں"۔ (جب انہیں یہ پیغام ملا تو) وہ فوراً گھبرائے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کی خدمت میں سالن کے لئے آدمی بھیجا تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ سالن کھا چکے ہیں' ہم نے کون سا سالن کھالیا ہے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے' اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' مجھے تمہارے دانتوں میں اس کا گوشت نظر آرہا ہے"۔ (یعنی جس کی غیبت کی تھی' اس کا گوشت دانتوں میں لگا ہوا ہے۔) ان دونوں نے عرض کیا: "ہمارے لئے مغفرت کی دُعا فرمائیے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وہی تمہارے لئے بخشش کی دُعا کرے"۔ (۸۵)

۲۳) غلطی کرنے والے کو متأثرہ فریق کی فضیلت یاد دلانا' تاکہ وہ نادم ہو کر معذرت کرلے:

جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" کی "کتابُ التفسیر" میں حضرت ابو دَرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' انہوں نے فرمایا:

(۸۵) سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی ۶/ ۲۱۱ ح ۲۶۰۸ بحواله مساوی الاخلاق للخرائطی والمختاره للمقدسی۔

حضرت ابو بکراور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ بات چیت ہو رہی تھی کہ (کسی بات کی وجہ سے) عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے' اور غصے کی حالت میں ان کے پاس سے چلے آئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے آئے اور ان سے درخواست کی کہ ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دُعا کریں' انہوں نے یہ بات نہ مانی' بلکہ اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بھی خدمتِ اُقدس میں حاضر تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انہیں دیکھتے ہی) فرما دیا: "تمہارے اس ساتھی کا تو (کسی سے) جھگڑا ہو گیا ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے طرز عمل پر ندامت محسوس ہوئی' وہ آئے اور سلام کر کے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری بات بتائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہنا شروع کر دیا: "یا رسول اللہ! بخدا' میری ہی زیادہ غلطی تھی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا تم لوگ میرا لحاظ کر کے میرے ساتھی کو نہیں چھوڑ سکتے؟ کیا تم لوگ میرا لحاظ کر کے میرے ساتھی کو نہیں چھوڑ سکتے؟ میں نے کہا: لوگو! مَیں تم سب کی طرف اللہ کا پیغام رساں بن کر آیا ہوں۔ (اُس وقت) تم سب نے کہا: آپ غلط کہتے ہیں اور ابو بکر نے کہا: آپ نے سچ فرمایا"۔ (۸۶)

صحیح بخاری ہی میں کتاب المناقب میں بھی یہ واقعہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے' انہوں نے اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑا ہوا تھا حتیٰ کہ ان کا گھٹنا ظاہر ہو رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے ساتھی کا جھگڑا ہو گیا ہے"۔ (اتنے میں وہ

---

(۸۶) صحیح البخاری. کتاب التفسیر سورۃ الاعراف باب ۳ ح ۴۶۴۰۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک آپہنچے) انہوں نے سلام کیا اور کہا: "میرے اور ابنِ خطاب کے درمیان کچھ بات چیت ہو گئی' میں جلد بازی میں انہیں کچھ کہہ بیٹھا' پھر مجھے ندامت ہوئی' میں نے انہیں کہا کہ مجھے معاف کر دیں' انہوں نے انکار کر دیا' تب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں"۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: "ابو بکر! اللہ تیری مغفرت فرمائے"۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ندامت محسوس ہوئی' وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور پوچھا: "یہاں ابو بکر ہیں؟" گھر والوں نے کہا: "جی نہیں"۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے حتیٰ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے۔ انہوں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دوبارہ کہا: "یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میری غلطی زیادہ تھی"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا۔ تم لوگوں نے کہا: آپ غلط کہتے ہیں۔ ابو بکر نے کہا: حضورؐ سچے ہیں۔ اُس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ میری دلجوئی کی۔ تو کیا تم میرے لئے میرے ساتھی سے درگزر کر سکتے ہو؟" آپؐ نے دوبارہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد کبھی کسی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دل نہیں دُکھایا۔ (۸۷)

۲۴) فریقین کے درمیان مداخلت کر کے جذبات ٹھنڈے کرنا' تاکہ فتنہ بڑھنے سے پہلے ختم ہو جائے :

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر یہ پالیسی اختیار فرمائی ہے کہ جب مسلمانوں میں لڑائی کی نوبت آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مداخلت کر کے معاملہ رفع دفع کر دیا۔ جب منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک بہتان لگایا تھا' اس واقعہ کی تفصیل میں مذکور ہے :

(۸۷) صحیح البخاری' کتاب فضائل الصحابة باب ۵ ح ۳۶۶۱۔

اُس دن رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن اُبَی کے بارے میں فرمایا : ”اے مسلمانو! کون ہے جو اس شخص کی چیرہ دستیوں سے میری عزت بچائے، جس نے مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں تکلیف پہنچائی ہے؟ اللہ کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں صرف بھلائی ہی جانتا ہوں (ان کا کوئی گناہ یا غلطی نہیں جانتا) اور ان لوگوں نے جس شخص کا نام لیا ہے اس کے بارے میں بھی صرف بھلائی ہی جانتا ہوں۔ وہ کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر نہیں آیا“۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : قبیلہ بنی عبد الاشہل سے تعلق رکھنے والے صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر عرض کیا : ”یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ اگر وہ (میرے) قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور اگر وہ ہمارے برادر قبیلہ خزرج سے ہے تو بھی آپ حکم فرمائیں، ہم تعمیل کریں گے“۔ (یہ بات سن کر) قبیلہ خزرج کا ایک آدمی اٹھا، حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کی والدہ اس کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور اس کی چچازاد تھیں، یہ صاحب خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : ویسے تو وہ نیک آدمی تھے، لیکن (اُس دن) قبیلہ کی حمیت جوش میں آگئی۔ انہوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا : ”تم غلط کہتے ہو، تم اسے ہرگز قتل نہیں کرسکتے۔ اگر وہ تمہارے قبیلہ سے ہوتا تو تمہیں اس کا قتل ہونا کبھی پسند نہ ہوتا“۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا : ”تم غلط کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ تم تو منافق ہو جو منافقوں کی حمایت کرتے ہو“۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : چنانچہ دونوں قبیلے اوس اور خزرج غصے میں آگئے حتیٰ کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں گے اور رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے تھے۔ آپ ﷺ انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے

حتیٰ کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ (۸۸)

اسی طرح ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں صلح کرانے ان کے محلے میں تشریف لے گئے' حتیٰ کہ اس کی وجہ سے مسجد نبوی میں نماز باجماعت میں تاخیر ہو گئی۔ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے۔ سنن نسائی میں یہی واقعہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں : ایک بار انصار کے دو گھرانوں کے مابین کچھ تلخ کلامی ہو گئی' بات یہاں تک بڑھی کہ دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی طرف پتھر پھینکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے تو بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے کھڑے ہو گئے... الخ(۸۹)

مسند احمد میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا' اور اس نے عرض کیا : بنو عمرو بن عوف کی آپس میں لڑائی ہو گئی ہے اور انہوں نے ایک دوسرے کی طرف پتھر پھینکے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں صلح کرانے کے لئے روانہ ہو گئے... الخ(۹۰)

---

(۸۸) صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث الافك ح ۴۱۴۱ وصحیح مسلم کتاب التوبة باب فی حدیث الافك ح ۲۷۷۰۔

(۸۹) سنن النسائی کتاب آداب القضاة باب مصیر الحاکم الی رعیته للصلح بینهم ح ۵۴۲۸۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح سنن النسائی ح ۵۰۰۳۔

(۹۰) مسند احمد ۳۳۸/۵۔

۲۵) غلطی پر غصے کا اظہار :

جب اصلاح کرنے والا یا عالم آدمی ایک غلط کام ہوتا دیکھے یا کسی سے غلط بات سنے تو ناراضگی کا اظہار کر سکتا ہے' خاص طور پر جب کہ غلطی کا تعلق عقیدے سے ہو۔ اس کی ایک مثال تقدیر کے بارے میں بحث اور قرآن کے بارے میں اختلاف ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' انہوں نے اپنے والد حضرت شعیب بن محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بیان فرمایا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے تو وہ تقدیر کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ غصہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک اس طرح (سرخ) ہو گیا جیسے انار کے (سرخ) دانے نچوڑ دیئے گئے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا تمہیں اس کام کا حکم دیا گیا ہے؟" یا فرمایا : "کیا تمہیں اس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو باہم ٹکرانے لگو؟ تم سے پہلی اُمتیں بھی اسی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں"۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا : مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ میں اس مجلس میں موجود نہیں تھا۔[91]

ابن ابی عاصم نے اپنی تصنیف "کتابُ السُّنَّة" میں یہ روایت درج کی ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے تو وہ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ کوئی ایک آیت کو اپنے موقف کے حق میں پیش کر رہا تھا' کوئی دوسری آیت سے اپنا موقف ثابت کرنا چاہتا تھا۔ آپؐ کا چہرۂ مبارک اسی طرح ہو گیا گویا اس پر انار کے دانے بکھرے ہوئے ہیں۔ فرمایا : "کیا تمہیں

---

(۹۱) سنن ابن ماجة' المقدمة' باب فی القدر ح ۸۵۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے' ملاحظہ ہو صحیح ابن ماجة ح ۶۹۔

اس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ یا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے؟ اللہ کی کتاب کو باہم مت ٹکراؤ۔ دیکھو، تمہیں جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور جس کام سے منع کیا گیا ہے اس سے پرہیز کرو"۔ (۹۲)

بنیادی مسائل میں غلطی پر تنبیہہ کرتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کرنے کی ایک مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہے جس سے علم کے ماخذ کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ مسند احمد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل کتاب میں سے کسی کے پاس سے ایک کتاب مل گئی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنانے لگے تو حضور علیہ السلام غضبناک ہو گئے اور فرمایا: "خطّاب کے بیٹے! کیا تم لوگ بھی اس (شریعت) کے بارے میں ٹامک ٹوئیاں مارو گے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے پاس اُجلی اور صاف شفّاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ تم ان (اہلِ کتاب) سے کچھ نہ پوچھو، ممکن ہے وہ تمہیں صحیح بات بتائیں اور تم اس کو جھٹلا دو، یا وہ غلط بات بتائیں اور تم اسے سچ مان لو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا"۔ (۹۳)

دارمی نے بھی یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ لے آئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول! یہ تورات کا نسخہ ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنا شروع کر

---

(۹۲) السنۃ لابن ابی عاصم ص ۷۷ اباب ۸۵ ح ۴۰۶۔ علامہ البانی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔ ملاحظہ ہو ۲/ ۱۷۸۔ نیز دیکھئے مسند احمد ۲/ ۱۷۸۔ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ح ۶۶۶۸۔

(۹۳) مسند احمد ۳/ ۳۸۷۔ علامہ البانی نے دیگر روایات کی روشنی میں حدیث کو حسن کہا ہے۔ ملاحظہ ہو ارواء الغلیل ۶/ ۳۴ ح ۱۵۸۹۔

دیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا : عمر، تو گم ہو جائے، تم رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی کیفیت نہیں دیکھ رہے؟" عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے روئے اقدس پر نظر ڈالی تو (فوراً) بول اٹھے :

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ ﷺ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

"اللہ کی ناراضگی سے اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسٰى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي))

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے سامنے آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو، تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور میری پیروی کرتے"۔ (۹۴)

اِس حدیث کی تائید حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا : حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کے کچھ ورق لے کر رسول اللہ ﷺ کی

---

(۹۴) سنن الدارمی، المقدمة، باب ما يُتقى من تفسير حديث النبي صلى الله عليه وسلم وقول غيره عند قوله۔ ۱/۱۱۵ ح ۴۳۷۔

خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا : "یہ تورات کے کچھ ورق ہیں جو مجھے بنو زریق سے تعلق رکھنے والے اپنے ایک دوست سے ملے ہیں"۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی کیفیت تبدیل ہو گئی (یعنی غصہ کے آثار ظاہر ہو گئے)۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ــــ جنہیں خواب میں اذان دکھائی گئی تھی ــــ انہوں نے فرمایا : "کیا اللہ نے تمہاری عقل ختم کر دی ہے؟ کیا تم اللہ کے رسول ﷺ کے چہرۂ مبارک کی کیفیت نہیں دیکھ رہے؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : "ہم اللہ کی ربوبیت پر' اسلام کے دین ہونے پر' محمد ﷺ کی نبوت پر اور قرآن کی امامت پر راضی ہیں"۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی ختم ہو گئی۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا : "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ (ﷺ) کی جان ہے' اگر موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے درمیان موجود ہوں' پھر تم ان کی پیروی کرنے لگو اور مجھے چھوڑ دو' تو بہت زیادہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اُمتوں میں سے تم میرے حِصّہ میں آئے ہو اور نبیوں میں سے میں تمہارے حصہ میں آیا ہوں"۔ (۹۵)

اس واقعہ سے مربّی کا ایسا کردار سامنے آتا ہے جسے حاضرین کی تائید حاصل ہے' جنھوں نے مربّی کے چہرہ کے تأثرات دیکھ کر ایک موقف اختیار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جسے نصیحت کرنا مقصود ہے وہ جب ان تمام امور کو بیک وقت ملاحظہ کرتا ہے تو اس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اگر مندرجہ بالا واقعہ کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو اس میں مندرجہ ذیل مراحل نظر آتے ہیں :

۱) غلطی سامنے آنے پر جنابِ رسول اللہ ﷺ پر اس کا شدید اثر ہوا اور کلام فرمانے سے پہلے ہی آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار

---

(۹۵) امام ہیثمی نے المعجم الکبیر للطبرانی کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے اور ضعیف کہا ہے۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ۱/ ۱۷۴ ح ۸۱۰۔

ظاہر ہو گئے۔

۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس چیز کو فوراً محسوس فرمالیا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔

۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا' اور انہوں نے فوراً اصلاح کر کے معذرت کی' اور اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اس بنیادی اصول کا اظہار فرمادیا کہ انہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی مطلوب ہے اور وہ دینِ اسلام سے خوش ہیں۔

۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی محسوس فرمالی ہے اور اس سے رجوع کرلیا تو حضور علیہ السلام کا چہرۂ مبارک خوشی سے دمکنے لگا۔

۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بنیادی اصول کی تائید فرمائی اور اس کی تاکید فرماتے ہوئے یہ واضح کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی واجب ہے' اور علم کے دوسرے نام نہاد مآخذ سے بچنا ضروری ہے۔

غلط کام دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہو جانے کی ایک اور مثال صحیح بخاری میں مذکورہ واقعہ ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم لگا دیکھا' حضورؐ کو یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا' حتیٰ کہ آپؐ کے چہرۂ مبارک سے اس کا اظہار ہوا۔ آپؐ نے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ دیا اور فرمایا :

"جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے باتیں کر رہا ہوتا ہے اور اس کا رَبّ اُس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کو قبلہ کی طرف ہرگز نہیں تھوکنا چاہیئے بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہیئے"۔

پھر آپؐ نے اپنی چادر کا ایک کونا پکڑ کر اس میں تھوکا' اور اس کے ایک حصہ کو

دوسرے پر پلٹ دیا اور فرمایا : "یا اس طرح کرلے"۔ (۹۶)

نبی اکرم ﷺ کو جب ایک غلطی کا علم ہوا' جس کے نتیجہ میں ایک خرابی پیدا ہو رہی تھی' تو آنحضرت ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس کی مثال صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا: ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا : "یا رسول اللہ! میں تو فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں (باجماعت ادا نہیں کر سکتا) 'کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے"۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو وعظ کے دوران کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا جتنے اس دن ناراض ہوئے۔ پھر فرمایا :

((یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ' فَاَیُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيُوجِزْ' فَاِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذَا الحَاجَةِ))

"لوگو! تم میں سے کچھ لوگ نفرت پھیلانے والے ہیں' جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر (قراءت وغیرہ) کرے' ان میں بوڑھے' کمزور اور کام والے بھی ہوتے ہیں۔ (۹۷)

اگر مسئلہ پوچھنے والا آدمی حد سے زیادہ تکلّف کا شکار ہو اور خواہ مخواہ سختی میں گرفتار ہو تو مفتی کا اظہار غضب بھی اسی قبیل سے ہے۔ حضرت زید بن خالد جُھنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اَعرابی خدمت نبوی میں حاضر ہوا' اور

---

(۹۶) صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب حَكُّ البزاق بالید من المسجد ح ۴۰۵۔

(۹۷) صحیح البخاری کتاب الاذان باب تخفیف الامام فی القیام ح ۷۰۲۔

گری پڑی چیز کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ایک سال تک اس کا اعلان کر' اس کے بعد اس کا ظرف (مثلاً رقم کا بٹوہ وغیرہ) اور بندھن (یعنی کس چیز سے باندھا گیا ہے) وغیرہ یاد رکھ۔ اگر اس کا مالک آ کر تجھے (نشانیاں) بتا دے (تو ٹھیک ہے' اس کی چیز اسے دے دی جائے)' ورنہ اسے خرچ کر لے"۔ اُس نے کہا: "اے اللہ کے رسول! گم شدہ بکری ملے تو؟" فرمایا: "وہ تیری ہے' یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے"۔ اُس نے کہا: "اور گم شدہ اونٹ؟" آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک غصے سے تمتما اٹھا' فرمایا: "تجھے اس سے کیا غرض؟ اس کی مَشک اور اس کے جوتے اس کے ساتھ ہیں' (چشموں سے) پانی پی لے گا اور درختوں سے (پتے وغیرہ) کھا لے گا!"(۹۸)

غلطی واقع ہونے پر یا اس کا علم ہوتے ہی' مربّی کا متوازن ردعمل' جس کا اثر اس کی آواز اور اندازِ کلام میں ظاہر ہو رہا ہو' یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں بُرائی کے خلاف نفرت موجود ہے اور وہ اس پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اس سے حاضرین کے دلوں میں اس بُرائی سے خوف پیدا ہو جاتا ہے اور مربی کی اس جذباتی کیفیت کا ان کے دلوں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر غلطی پر پردہ ڈال دیا جائے یا ردِّ عمل ظاہر کرنے میں تاخیر کی جائے تو بعد میں اس پر تبصرہ کرنے سے مطلوبہ تاثیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

بعض اوقات حکمت کا تقاضا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غلط کام اور بڑی غلطی پر مشتمل کلام پر تبصرہ اُس وقت تک متأخر کر دیا جائے جب تک لوگوں کی مناسب تعداد جمع نہیں ہو جاتی۔ اس لئے کہ وہ معاملہ بہت اہم ہوتا ہے' یا سامعین کی

---

(۹۸) صحیح البخاری کتاب اللقطة باب اذا جاء صاحب اللقطة بعد سنة... ح۲۴۳۶۔

تعداد اتنی نہیں ہوتی کہ تبصرہ سے مناسب فائدہ حاصل ہو' یا وہ زیادہ لوگوں تک بات پہنچا سکیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوبار تبصرہ کیا جائے' ایک بار فوری طور پر متعلقہ افراد کے سامنے وضاحت کر دی جائے اور دوسری بار مناسب وقت پر عوام کو بات سمجھا دی جائے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو حُمَید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا۔ اپنے فرائض کی انجام دہی سے فارغ ہو کر وہ صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: "یہ آپ لوگوں کا مال ہے (یعنی زکوٰۃ و صدقات) اور یہ مجھے تحائف ملے ہیں"۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تُو اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا' پھر دیکھتا کہ تجھے تحائف ملتے ہیں یا نہیں؟" اسی شام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ارشاد فرمائی جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا:

"اما بعد' کیا وجہ ہے کہ ہم ایک شخص کو عامل مقرر کرتے ہیں' تو وہ آ کر ہمیں کہتا ہے: یہ مال آپ کی عائد کردہ ڈیوٹی کی ادائیگی سے (زکوٰۃ وغیرہ جمع کر کے) حاصل ہوا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں ملا ہے۔ وہ کیوں نہ اپنے باپ کے اور ماں کے گھر میں بیٹھ رہا' پھر دیکھتا کہ اسے تحفے ملتے ہیں یا نہیں؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' جو شخص اِس مال میں خیانت کر کے کچھ لے گا وہ قیامت کو اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے حاضر ہو گا۔ اگر اونٹ ہے تو اسے لے کر حاضر ہو گا' اور وہ اونٹ بلبلا رہا ہو گا' اگر گائے ہے تو اسے لے کر حاضر ہو گا' اور وہ رانبھ رہی ہو گی' اگر بکری ہے تو اسے لے کر حاضر ہو گا' اور وہ ممیا رہی ہو گی۔ مَیں نے (اللہ کا حکم) پہنچا دیا ہے۔"

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اتنا بلند کیا کہ ہمیں آپ کی بغلیں نظر آنے لگیں"۔ (۹۹)

۲۶) غلطی کرنے والے سے بحث نہ کرتے ہوئے اعراض کرلینا تاکہ وہ خود ہی اصلاح کرلے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنی بیٹی فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "تم لوگ نماز (تہجد) نہیں پڑھتے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب ہمیں اٹھانا (اور جگانا) چاہے گا، اٹھا دے گا"۔ (۱۰۰) ان کی یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کہے بغیر واپس پلٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس جاتے ہوئے اپنی ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے: ﴿وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ "انسان سب سے زیادہ جھگڑالو مخلوق ہے"۔ (۱۰۱)

۲۷) غلطی کرنے والے کو زبانی تنبیہ کرنا:

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب (بن ابی بلتعہ) رضی اللہ عنہ کو عتاب فرمایا تھا، جب آپ کو معلوم ہوا کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے قریش کے کافروں کو پیغام بھیجا ہے کہ مسلمان مکہ فتح کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۹۹) صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح۶۶۳۶۔

(۱۰۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام کی متعدد توجیہات ممکن ہیں۔ دیکھئے فتح الباری ۷۳۴۷۔

(۱۰۱) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسُّنّة، باب وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ح ۷۳۴۷۔

"حاطب! تُو نے یہ کام کیوں کیا؟" انھوں نے کہا : "میں اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں' اس میں کوئی تغیرو تبدل نہیں ہوا' (بات صرف اتنی ہے کہ) میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں پر میرا کوئی احسان ہو' جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے بچوں اور مال کی حفاظت فرمائے"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "اس نے سچ کہا ہے' لہٰذا اسے کوئی بُری بات نہ کہنا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "اس نے اللہ کی' رسول کی اور مومنوں کی خیانت کی ہے' مجھے اجازت دیجئے کہ اسے قتل کردوں"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "عمر' تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے بدر (کی جنگ میں شریک ہونے) والوں سے فرمایا ہے : جو چاہو کرو' تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے' فرمایا : "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں"۔ (۱۰۲)

اِس واقعہ میں تربیت کے نقطۂ نظر سے عظیم نکات ہیں :

۱) نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کو تنبیہہ فرمائی جن سے بہت بڑی غلطی ہوگئی تھی' چنانچہ فرمایا : "تُو نے یہ کام کیوں کیا؟"

۲) غلطی کرنے والے سے وہ سبب دریافت کرنا چاہیئے جس کی بنا پر غلطی سرزد ہوئی' کیونکہ اس سے اس کے بارے میں اختیار کئے جانے والے موقف پر اثر پڑے گا۔

۳) جن حضرات کے بڑے کارنامے اور فضائل ہیں' وہ بھی گناہوں سے معصوم نہیں۔

۴) مربّی میں اپنے ساتھیوں کی غلطیاں برداشت کرنے کا حوصلہ ہونا چاہیئے'

---

(۱۰۲) صحیح البخاری کتاب الاستئذان باب من نظر فی کتاب... ح ۶۲۵۹۔

تاکہ وہ صحیح راہ پر قائم رہ کر اس کا ساتھ دیتے رہیں' کیونکہ مقصد ان کی اصلاح ہے نہ کہ انہیں اپنے پاس سے بھگا دینا۔

۵) تربیت کرنے والے کو اس بات کا احساس کرنا چاہیئے کہ کسی ساتھی پر وقتی طور پر انسانی کمزوری کا غلبہ ہو سکتا ہے اور اگر کسی پرانے رفیق سے کوئی بڑی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا سختی سے مؤاخذہ نہ کیا جائے۔

٦) اگر غلطی کرنے والا دفاع کا مستحق ہو تو اُس کا دفاع کیا جائے۔

۷) غلطی کو بہت بڑی یا معمولی قرار دیتے وقت اور غلطی کرنے والے کے بارے میں موقف طے کرتے وقت اس کی گزشتہ بڑی بڑی نیکیوں کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

۲۸) غلطی کرنے والے کو ملامت کرنا :

بالکل واضح غلطی پر خاموشی اختیار نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا غلطی کرنے والے کو بغیر کسی تمہید کے براہِ راست ملامت کی جا سکتی ہے' تاکہ وہ اپنی غلطی کا احساس کرے۔ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

میرے پاس ایک اونٹنی تھی جو جنگِ بدر کے مالِ غنیمت میں سے میرے حصے میں آئی تھی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے بھی مجھے ایک اونٹنی دی تھی۔ جب میں نے چاہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو (نکاح کے بعد) اپنے گھر لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار کے ساتھ طے کیا کہ وہ بھی میرے ساتھ چلے گا' اور ہم اِذخر گھاس لا کر سناروں کے ہاتھ فروخت کریں گے۔ میں اس کے ذریعے اپنے ولیمہ کا انتظام کرنا چاہتا تھا۔ ابھی میں اپنی اونٹنیوں کے لئے پالان' بورے اور رسیاں وغیرہ جمع کر رہا تھا اور میری اونٹنیاں ایک

انصاری کی دیوار کے پاس بیٹھی تھیں۔ میں جو کچھ جمع کر سکا' لے کر واپس آیا تو دیکھا کہ کسی نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے ہیں' اور پیٹ پھاڑ کر جگر نکال لئے ہیں۔ میں نے جب ان کا یہ حال دیکھا تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے کہا : "یہ کام کس نے کیا ہے؟" لوگوں نے کہا : "حمزہ بن عبدالمطلب نے کیا ہے' اور وہ اس گھر میں کچھ انصاریوں کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف ہیں"۔ مَیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپؐ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے میرے چہرے سے میری کیفیت کا اندازہ لگا لیا۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا ہوا؟" میں نے کہا : "یا رسول اللہ! مجھ پر آج جیسی مصیبت کبھی نہیں آئی۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے ہیں اور پیٹ پھاڑ دیئے ہیں۔ وہ اس گھر میں ہیں' ان کے ساتھ کچھ لوگ شراب نوشی میں مصروف ہیں"۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر طلب فرما کر اوڑھ لی' پھر چل پڑے۔ میں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ حضورؐ اُس گھر تک جا پہنچے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ نے (اندر آنے کی) اجازت طلب کی' انہوں نے اجازت دے دی۔ دیکھا کہ وہ لوگ پی رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اس کام پر ملامت کرنا شروع کر دی۔ دیکھا تو حمزہ کی آنکھیں نشے کی وجہ سے سرخ ہو چکی تھیں۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' پھر (مشکل سے) نظر اٹھائی تو آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر نظر پڑی' پھر نظر اٹھائی تو آنحضرت ﷺ کے شکم مبارک تک نظر اٹھی' پھر نظر اٹھا کر چہرۂ اقدس کی طرف دیکھا' پھر حمزہ رضی اللہ عنہ بولے : "تم لوگ تو میرے باپ کے غلام ہو"۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ وہ نشے میں ہیں' (لہٰذا ان سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں)' چنانچہ جنابِ رسول اللہ ﷺ اُلٹے پاؤں لوٹ

آئے اور ہم لوگ بھی آپؐ کے ساتھ ہی وہاں سے چلے آئے۔ [۱۰۳] یہ واقعہ شراب نوشی کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

۲۹) غلطی کرنے والے سے بے اعتنائی :

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حُمَید رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے کہا: ولید رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس اور میرے ایک دوست کے پاس آئے' اور ہم سے کہا: "آؤ چلیں' تم دونوں مجھ سے عمر میں کم ہو اور حدیث مجھ سے زیادہ یاد رکھ سکتے ہو"۔ وہ ہمیں بشر بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور اُن سے کہا: "اِن دونوں کو اپنی حدیث سنائیے"۔ بشر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمیں عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی کہ ابو النضر لیثی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہز رحمۃ اللہ علیہ نے' جو کہ ان کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے' فرمایا:

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ روانہ فرمایا۔ انہوں نے ایک جماعت پر حملہ کیا۔ ان میں سے ایک آدمی الگ ہو کر ایک طرف ہو گیا۔ لشکر کے ایک آدمی نے تلوار سونت کر اس کا تعاقب کیا۔ الگ ہونے والے نے کہا : "میں مسلمان ہوں"۔ تعاقب کرنے والے نے اس کی بات پر توجہ نہ دی اور اس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو حضور علیہ السلام نے اس کے بارے میں سخت الفاظ ارشاد فرمائے۔ قاتل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خبر پہنچی (وہ آگیا)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' قاتل نے عرض کیا : "یا رسول اللہ! اس (مقتول) نے جو بات کہی تھی وہ جان بچانے کے لئے کہی تھی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے اور اُدھر بیٹھے ہوئے افراد کی طرف سے مُنہ پھیر لیا' اور خطبہ ارشاد

---

(۱۰۳) صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب فرض الخمس ح ۳۰۹۱۔

فرماتے رہے۔ اُس نے دوبارہ کہا : "یارسول اللہ! اُس نے جو بات کہی تھی وہ جان بچانے کیلئے کہی تھی"۔ حضور علیہ السلام نے دوبارہ اس کی طرف سے اور اُدھر بیٹھے ہوئے افراد کی طرف مُنہ پھیر لیا اور خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ اُس نے تیسری بار کہا : "اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اُس نے صرف قتل سے بچنے کیلئے یہ بات کہی تھی"۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو آپؐ کے چہرۂ مبارک سے ناراضگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ آپؐ نے تین بار فرمایا : ((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَبٰی عَلٰی مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا)) "جو شخص کسی مؤمن کو قتل کرتا ہے 'اللہ تعالیٰ اس (کی بات ماننے) سے انکار فرماتے ہیں"۔ (۱۰۴)

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجران سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اِعراض فرمایا اور ارشاد فرمایا : "تم میرے پاس آئے ہو جب کہ تمہارے ہاتھ میں آگ کا انگارہ ہے"۔ (۱۰۵)

---

(۱۰۴) مسند احمد ۴/۱۱۰ و ۵/۲۸۸'۲۸۹۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۳۰۹ ح ۶۸۹۔

(۱۰۵) سنن النسائی کتاب الزینة' باب ۴۵ ح ۵۲۰۳۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے' ملاحظہ ہو صحیح سنن النسائی ح ۴۷۹۳۔
مسند احمد میں یہ واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے بالتفصیل مذکور ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "نجران سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اُس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے اِعراض فرمایا اور اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ آدمی نے اپنی بیوی کو یہ بات بتائی۔ اُس نے کہا: ضرور کوئی بات ہے' دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ اس نے انگوٹھی اور وہ جبہ جو پہنا ہوا تھا' اتار کر حاضری دی۔ اُس نے (پہنچ کر) اجازت طلب کی' تو اجازت مل گئی۔ اس نے سلام عرض =

مسند احمد میں حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا تو اُس سے اعراض فرمایا۔ اُس نے وہ اتار کر لوہے کی انگوٹھی بنوالی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "یہ زیادہ بری ہے' یہ تو اہل جہنم کا زیور ہے"۔ اُس نے وہ بھی اتار دی اور چاندی کی انگوٹھی بنوالی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ (۱۰۶)

۳۰) غلطی کرنے والے کا بائیکاٹ :

یہ ایک انتہائی مؤثر نبوی اسلوب ہے' بالخصوص جب کہ غلطی یا گناہ بہت عظیم ہو۔ اس لئے کہ تعلقات منقطع کر لینے سے غلطی کرنے والے کے دل پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا واقعہ ہے' جو غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

= کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! جب میں پہلے آیا تھا تو آپ نے بے اعتنائی فرمائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو ہاتھ میں آگ کا انگارہ پہن کر آیا تھا"۔ وہ آدمی بحرین سے کچھ زیورات لایا تھا۔ اُس نے کہا: "یارسول اللہ! میں تو بہت انگارے لے آیا ہوں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیرے لائے ہوئے مال کا ہمیں اتنا ہی فائدہ ہے جتنا حرہ (مقام) کے پتھروں کا ہوتا ہے' لیکن یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے"۔ اُس نے عرض کیا: "یارسول اللہ! صحابہ کرام میں میرا عذر بیان فرما دیجئے' وہ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کسی وجہ سے مجھ سے ناراض ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر وضاحت فرما دی کہ اس شخص کے ساتھ یہ رویہ اس کی سونے کی انگوٹھی کی وجہ سے تھا"۔ مسند احمد ۳/ ۱۴۔ علامہ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے ح ۱۱۱۲۵

(۱۰۶) مسند احمد ۲/ ۱۶۳۔ علامہ شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح احمد شاکر ۱۰/ ۲۵ ح ۶۵۱۸۔

جب نبی اکرم ﷺ نے یہ تحقیق کرلی، اور خود انہوں نے بھی اعتراف کرلیا کہ ان کے پاس جہاد سے پیچھے رہ جانے کا کوئی عذر نہیں تھا تو پھر کیا ہوا، اس کی تفصیل خود حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی زبان سے پیش خدمت ہے۔ انہوں نے فرمایا :

جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ہم تین سے آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو بات چیت کرنے سے منع فرمادیا۔ لوگ ہم سے دُور دُور رہنے لگے اور ہمارے ساتھ ان کا رویّہ بالکل تبدیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ مجھے زمین اجنبی محسوس ہونے لگی۔ گویا یہ وہ سرزمین نہیں جسے میں جانتا تھا۔ پچاس دن تک ہمارا یہی حال رہا۔ میرے دونوں ساتھی تو انتہائی دل شکستہ ہو کر گھروں میں بیٹھ رہے اور روتے رہے۔ میں زیادہ جوان اور مضبوط تھا، (صبر کرکے یہ عظیم مصیبت برداشت کرتا رہا)، میں گھر سے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ نمازِ باجماعت میں بھی شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا بھی تھا، لیکن کوئی مسلمان مجھ سے کلام نہیں کرتا تھا۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر مجلس میں تشریف فرما ہوتے، میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا، پھر دل میں کہتا : کیا میرے سلام کا جواب دینے کے لئے آنحضرت ﷺ کے ہونٹوں کو حرکت ہوئی ہے یا نہیں؟ (شک ہی رہتا)۔ پھر میں حضور علیہ السلام کے قریب ہی نماز شروع کر دیتا۔ چور نظروں سے حضور علیہ السلام کی طرف دیکھتا۔ جب میں اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور علیہ السلام میری طرف دیکھتے، جب میں حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ منہ پھیر لیتے۔ جب لوگوں کی بے التفاتی کی مدت طویل ہو گئی تو (ایک دن) میں دیوار پھاند کر ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ میں داخل ہو گیا، وہ میرے چچا زاد تھے، اور مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا، اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا :

"ابو قتادہ! میں تجھ سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں؟" وہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ قسم دے کر پوچھا' وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے کہا : "اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے"۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں واپس لوٹا اور دیوار پھاند کر باہر آ گیا.....

اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے آگے جا کر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہم سے کلام کرنے سے منع کیا تھا' پچاس راتیں گزر گئی تھیں۔ پچاسویں رات کی صبح کو میں فجر کی نماز پڑھ کر گھر کی چھت پر بیٹھا تھا اور میری وہی کیفیت تھی جو اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) بیان فرمائی ہے کہ مجھ پر میری جان تنگ ہو گئی تھی' اور زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو چکی تھی۔ اچانک مجھے کسی پکارنے والے کی آواز سنائی دی' جس نے سلع پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا تھا : "اے کعب بن مالک! تجھے خوشخبری ہو"۔ (۱۰۷)

اس واقعہ میں عظیم نکات اور ایسے نصائح ہیں جنہیں کسی حال میں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ ان سے مطلع ہونے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جن میں علماء نے اس حدیث کی شرح بیان کی ہے' مثلاً زاد المعاد اور فتح الباری۔

ترمذی کی حدیث سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسلوب کو روبعمل لانے کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا : "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عادتوں میں سب سے زیادہ نفرت جھوٹ

---

(۱۰۷) صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک ح ۴۴۱۸۔

سے تھی۔ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے پاس غلط بیانی کرتا تو آنحضرت ﷺ کے دل پر اُس وقت تک اس کا اثر رہتا تھا جب تک حضور ﷺ کو یقین نہ ہو جاتا کہ اس نے توبہ کرلی ہے۔ (۱۰۸)

مسند احمد کی روایت میں ہے: "رسول اللہ ﷺ کے دل میں اس سے ناراضگی رہتی"۔ (۱۰۹) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "اگر حضور علیہ السلام کو اپنے کسی صحابی سے اس قسم کی کوئی چیز معلوم ہوتی تو حضور علیہ السلام اس سے کبیدہ خاطر رہتے، حتیٰ کہ معلوم ہو جائے کہ اُس نے توبہ کرلی ہے"۔ (۱۱۰)

ایک روایت میں ہے: "اگر حضور علیہ السلام کو اپنے گھر والوں میں سے کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس نے کوئی بات جھوٹ کہی ہے تو آپؐ اس سے عدمِ التفات کا رویّہ رکھتے، حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے"۔ (۱۱۱)

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی کرنے والے سے خفا ہو جانا، تاکہ وہ اپنی غلطی سے باز آجائے، ایک مفید تربیتی اسلوب ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے جب غلطی کرنے والے کے دل میں خفا ہو جانے والے کا ایک مقام ہو، ورنہ اس پر اس کا کوئی مثبت اثر نہیں ہو گا۔ بلکہ ممکن ہے وہ سوچے کہ اچھا ہوا، جان چھوٹ گئی۔

---

(۱۰۸) سنن الترمذی کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الصدق والکذب ح ۱۹۷۳۔ امام ترمذی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۱۰۹) مسند احمد ۶/۱۵۲۔

(۱۱۰) علامہ البانی نے متعلقہ حدیث کے جمیع طرق بیان کیے ہیں اور بالمجموع صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو سلسلة الاحادیث الصحیحة ۵/۸۰ ح ۲۰۵۲۔

(۱۱۱) حوالہ سابقہ بواسطہ "التمهيد" ۱/۶۹۔

۳۱) غلطی پر اَڑ جانے والے کو بد دُعا دینا:

امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "دائیں ہاتھ سے کھاؤ"۔ اُس نے کہا: "میں نہیں کھا سکتا"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تُو نہ کھا سکے"۔ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ اس کے مُنہ تک نہیں پہنچ سکا۔ (۱۱۲)

مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو، جسے بُسر بن راعی العیر کہا جاتا تھا، بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا۔ میں نے حضور علیہ السلام کو اسے فرماتے سنا: "دائیں ہاتھ سے کھا"۔ اُس نے کہا: "میں اس کی طاقت نہیں رکھتا"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تُو طاقت نہ رکھے"۔ صحابی فرماتے ہیں: اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ مُنہ تک نہیں پہنچ سکا۔ (۱۱۳)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بلا عذر کسی شرعی حکم کی مخالفت کرے اسے بد دُعا دینا جائز ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر حال میں کرنا چاہیئے، حتیٰ کہ کھانا کھانے کے دوران بھی کیا جا سکتا ہے"۔ (۱۱۴)

یہ بد دُعا اس انداز کی نہیں تھی جس سے انسان کے خلاف شیطان کی مدد ہو، بلکہ یہ ایک قسم کی سزا تھی۔

---

(۱۱۲) صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام والشراب ح ۲۰۲۱۔

(۱۱۳) مسند احمد ۴/ ۴۵ و ۵۰۔

(۱۱۴) شرح صحیح مسلم ۱۳/ ۱۹۲۔

۳۲) غلطی کرنے والے کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ غلطی کی طرف اشارہ کرکے باقی تفصیل بیان کرنے سے گریز کرنا :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ ﴾

(التحریم : ۳)

"اور جب نبیؐ نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی۔ پھر جب اُس نے اس کو افشا کر دیا اور اللہ نے نبیؐ کو اس سے آگاہ کر دیا' تو نبیؐ نے اس پر کسی حد تک (اُس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا۔ پھر جب نبیؐ نے اُسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا: آپؐ کو اس کی کس نے خبر دی؟ نبیؐ نے کہا: مجھے اُس نے خبر دی جو سب کچھ جاننے والا اور خوب باخبر ہے۔"

قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر "محاسن التاویل" میں فرمایا :

"اور جب نبیؐ نے" یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے "اپنی ایک بیوی سے" حفصہ رضی اللہ عنہا سے "راز کی بات کہی" یعنی لونڈی کو' یا اللہ کی حلال کردہ کسی اور چیز کو' اپنی ذات پر حرام کرنے کی بات بتائی۔ "جب اُس نے اس کو افشا کر دیا" یعنی اُس نے وہ راز کی بات اپنی ساتھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی "اور اللہ نے پیغمبر کو اس سے آگاہ کر دیا" یعنی آپؐ کو اطلاع دے دی کہ اُس نے اسے بات بتا دی ہے "تو پیغمبرؐ نے اس بیوی کو وہ بات کچھ تو بتائی" یعنی انہوں نے جو راز افشاء کیا تھا' ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کچھ بات بتائی "اور کچھ نہ بتائی"۔ یعنی

احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ بات نہ بتائی۔

نوٹ : الاکلیل میں ہے : "اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کسی آشنا یعنی بیوی یا دوست وغیرہ کو راز کے طور پر کوئی بات بتانے میں کوئی حرج نہیں، اور اس (ہم راز) کے لئے ضروری ہے کہ اس راز کو محفوظ رکھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیویوں سے حسن سلوک کرنا چاہیئے اور ڈانٹ ڈپٹ میں بھی نرمی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور (غلطی کرنے والے کو جتانے کے لئے) غلطی کی پوری تفصیل ذکر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے"۔ (۱۱۵)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے : "شریف آدمی کبھی تفصیل میں نہیں جاتا"۔ سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "شریف لوگ ہمیشہ تغافل سے کام لیتے ہیں"۔

۳۳) غلطی کے ازالے میں مسلمان کی مدد کرنا :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا : ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آیا۔ اُس نے کہا : "یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا"۔ فرمایا : "کیا ہوا؟" اُس نے کہا : "میں نے روزہ کی حالت اپنی بیوی سے مباشرت کر لی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "کیا تمہیں ایک غلام دستیاب ہے جسے تم آزاد کر دو؟" اُس نے عرض کیا : "جی نہیں"۔ فرمایا : "کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ فرمایا : "کیا تمہارے پاس اتنا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما رہے۔ اسی اثناء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا : "سائل کہاں ہے؟" اُس نے کہا : "جی، میں ہوں"۔

---

(۱۱۵) محاسن التاویل ۲۲۲/۱۶۔

فرمایا : "یہ لے کر صدقہ کردو"۔ وہ بولا : "اللہ کے رسول! کیا اپنے سے زیادہ غریب آدمی پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! سنگریزوں والے دونوں قطعات کے درمیان (یعنی پورے مدینہ میں) مجھ سے غریب گھر موجود نہیں"۔ آنحضرت ﷺ کھل کر مسکرائے حتیٰ کہ آپؐ کے نوکیلے دانت نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا : "اپنے گھر والوں کو کھلا دینا"۔ (۱۱۶)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسان کے قلعہ کے بلند حصہ کے سائے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حاضر خدمت ہوا' اور بولا : "اللہ کے رسول! میں تو جل گیا"۔ فرمایا : "کیا ہوا؟" اُس نے کہا : "میں نے روزے کی حالت میں بیوی سے مقاربت کی ہے"۔ راوی کہتے ہیں : یہ رمضان کا واقعہ ہے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا : "بیٹھ جاؤ"۔ وہ دوسرے لوگوں میں جا بیٹھا۔ تب ایک آدمی گدھے پر کھجوروں کی بوری لے کر حاضر ہوا اور اُس نے کہا : "یا رسول اللہ! یہ میری طرف سے صدقہ ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "وہ کہاں ہے جو ابھی جل گیا تھا؟" اُس نے کہا : "میں حاضر ہوں یا رسول اللہ!" فرمایا : "یہ لے لو اور صدقہ کر دو"۔ اُس نے کہا : "صدقہ مجھ پر اور میرے لئے کرنے کے علاوہ اور کہاں جائے گا؟ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے' میرے پاس اور میرے بیوی بچوں کے پاس کچھ بھی نہیں"۔ فرمایا : "تب اسے لے لو"۔ چنانچہ اُس نے وہ کھجوریں لے لیں۔ (۱۱۷)

---

(۱۱۶) صحیح البخاری'۰کتاب الصوم' باب اذا جامع فی رمضان ح ۱۹۳۶۔

(۱۱۷) مسند احمد ۲۷۶/۶۔

(۳۴) غلطی کرنے والے سے مل کر تبادلۂ خیال کرنا :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا : میرے والد نے ایک معزز خاندان کی ایک خاتون سے میری شادی کر دی۔ وہ اپنی بہو کی خیریت کا پتہ کرنے آتے اور اس سے اس کے خاوند کے بارے میں پوچھتے' وہ کہتی : "وہ بہت اچھے آدمی ہیں' جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں وہ ہمارے بستر پر نہیں بیٹھے' نہ ہمارا کپڑا اٹھا کر دیکھا"۔ جب کافی عرصہ تک یہی کیفیت رہی تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ذکر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اسے میرے پاس لانا"۔ اس کے بعد مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا : "تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟" میں نے کہا : "ہر روز"۔ فرمایا : "قرآن کتنی دیر میں ختم کرتے ہو؟" میں نے عرض کیا : "ہر رات"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "ہر مہینے میں تین روزے رکھو' اور ایک مہینے میں قرآن پڑھو"۔ میں نے کہا : "میں اس سے زیادہ (عمل کرنے کی) طاقت رکھتا ہوں"۔ فرمایا : "ہفتہ میں تین روزے رکھو"۔ میں نے عرض کیا : "میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں"۔ فرمایا : "دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو"۔ میں نے عرض کیا : "میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں"۔ فرمایا : "تو سب سے افضل روزہ رکھ لو' یعنی داوٗد (علیہ السلام) کا روزہ' ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو اور سات راتوں میں ایک بار قرآن ختم کرو"۔ کاش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لی ہوتی! اب میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں (اور اتنی عبادت آسانی سے نہیں کر سکتا۔ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) آپ دن کے وقت قرآن کا ساتواں حصہ کسی کو سنا لیتے تھے' تاکہ رات کو پڑھنے میں آسانی ہو اور جب یہ چاہتے کہ (انہیں روزے رکھنے کی) طاقت

حاصل ہو جائے‘ تو کئی دن (مسلسل) روزہ چھوڑ دیتے‘ بعد میں گن کر پورے کر لیتے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جو کام نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کرتے رہے ہیں‘ اسے ترک کر دیں۔ (۱۱۸)

مسند احمد کی روایت میں یہ واقعہ مزید وضاحت سے بیان ہوا ہے‘ اور اس روایت میں مزید کئی نکات بھی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے‘ انہوں نے فرمایا: میرے والد نے قریش کی ایک عورت سے میرا نکاح کر دیا۔ جب وہ رخصت ہو کر میرے گھر آئی تو میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا‘ کیونکہ میں اپنے اندر عبادت یعنی نماز اور روزے کی طاقت محسوس کرتا تھا۔ (ایک دن) حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی بہو کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: "تم نے اپنے خاوند کو کیسا پایا؟" اُس نے کہا: "بہت اچھا آدمی ہے‘ نہ اُس نے ہمارا کپڑا اٹھایا‘ نہ ہمارے بستر پر آئے"۔ انہوں نے میرے پاس آکر مجھے بہت سرزنش کی‘ اور فرمایا: "میں نے تمہارا نکاح قریش کی اونچے حسب نسب والی عورت سے کیا‘ تُو نے اس سے کنارہ کشی کر لی اور تُو نے یہ کیا‘ وہ کیا" (یعنی انہوں نے بہت بڑا بھلا کہا) پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے بلا بھیجا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا: "دن کو روزہ رکھتے ہو؟" میں نے کہا: "جی ہاں"۔ فرمایا: "رات کو قیام کرتے ہو؟" میں نے کہا: "جی ہاں"۔ پھر فرمایا: "لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں‘ اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے تعلق بھی رکھتا ہوں۔ جو میرے طریقے سے بے رغبتی کرے گا وہ مجھ سے

---

(۱۱۸) صحیح البخاری‘ کتاب فضائل القرآن‘ باب فی کم یقرء القرآن ح ۵۰۵۲۔

نہیں"۔ پھر فرمایا : "ہر مہینے ایک بار قرآن پڑھا کرو"۔ میں نے عرض کیا : "میں اپنے آپ میں اس سے زیادہ قوت محسوس کرتا ہوں"۔ فرمایا : "تب دس دن میں قرآن پڑھ لیا کرو"۔ میں نے کہا : "میں خود کو اس سے زیادہ قوی سمجھتا ہوں"۔ فرمایا : "تو تین دن میں پڑھ لو"۔ اس کے بعد فرمایا : "ہر مہینے میں تین دن روزے رکھو"۔ میں نے کہا : "میں اس سے زیادہ قوت رکھتا ہوں"۔ آپ اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ فرمایا : "ایک دن روزہ رکھو' ایک دن نہ رکھو۔ یہ سب سے افضل روزہ ہے اور یہ میرے بھائی داؤد (علیہ السلام) کا روزہ ہے"۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "ہر عبادت کرنے والے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ جوش کے ٹھنڈا پڑنے پر وہ شخص یا تو سنت پر قائم رہتا ہے یا بدعت اختیار کرلیتا ہے۔ تو جو شخص جوش ٹھنڈا ہونے پر بھی سنت پر عمل کرتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے' اور جو شخص جوش ٹھنڈا ہونے پر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے' وہ تباہ ہو جاتا ہے"۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "جب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بوڑھے اور کمزور ہو گئے' تو (یہ طریقہ اختیار کیا کہ) مسلسل کئی دن روزے رکھتے رہتے' پھر اسی تعداد کے مطابق (مسلسل) روزہ چھوڑ دیتے' تاکہ کچھ قوت حاصل ہو جائے"۔ انہوں نے فرمایا : "اسی طرح تلاوت کے حصہ میں بھی کمی بیشی کرلیتے تھے لیکن (مجموعی طور پر) مقدار پوری کرکے سات دن میں یا تین دن میں قرآن مجید پڑھ لیتے"۔ انہوں نے فرمایا : "بعد میں وہ کہا کرتے تھے : "اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت قبول کرلیتا تو وہ موجودہ متبادل صورت سے بہتر ہوتا۔ لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کام کرتے ہوئے جدا ہوا ہوں' اب اسے چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرنے کو جی نہیں چاہتا"۔[۱۱۹]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

واقعہ سے مستنبط بعض مسائل

☆ نبی اکرم ﷺ نے اس سبب کی طرف توجہ فرمائی جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ یعنی عبادت میں اس حد تک انہماک کہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے لئے وقت نہ بچا جس کے نتیجے میں کوتاہی کا ارتکاب ہوا۔

☆ "ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو"۔ یہ قاعدہ ہر اُس شخص پر منطبق ہوتا ہے جو نیکی کے کاموں میں حد سے زیادہ مشغول ہو۔ مثلاً وہ طالب علم جو بہت زیادہ اسباق پڑھتا ہے اور وہ مبلغ جو تبلیغ میں اس حد تک منہمک ہو جاتا ہے کہ بیوی کو تکلیف ہوتی ہے اور اسے شکایت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نیکی کے مختلف کاموں کی ادائیگی میں توازن قائم نہیں رہتا اور وقت کو مستحقین میں تقسیم کرنے پر عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ طالب علم اپنے اسباق کے اوقات میں سے اور مبلغ اپنی مصروفیت میں سے اتنی تخفیف کرے کہ گھر کے انتظام اور بیوی بچوں کے حقوق ـــــ مثلاً اصلاح و تربیت وغیرہ ـــــ کے لئے کافی وقت بچ سکے۔

۳۵) غلطی کرنے والے کو صاف طور پر اس کی غلطی بتا دینا:

صحیح بخاری میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: میرا کسی آدمی سے جھگڑا ہو گیا' اس کی ماں عجمی تھی۔ میں نے اس کو ماں کا طعنہ دیا' اُس نے نبی ﷺ کو بتایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "فلاں شخص سے تمہارا گالی گلوچ ہوا؟" میں نے کہا: "جی ہاں"۔ فرمایا: "تم نے اس کی ماں کو برا کہا؟" میں نے کہا: "جی ہاں"۔ فرمایا: "تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کا اثر باقی ہے"۔ میں نے کہا: "اس بڑھاپے میں بھی؟" فرمایا: "ہاں' وہ (غلام)

---

(۱۱۹) مسند احمد ۱۵۸/۲۔ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے ح ۶۴۷۷۔

تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے قبضہ میں دے دیا ہے۔ تو جس کے قبضہ میں اللہ نے اس کے بھائی کو کیا ہو' اسے چاہیئے کہ جو خود کھائے اسے کھلائے اور جو خود پہنے اسے پہنائے' اور اسے اس کام میں نہ لگائے جو اُس پر غالب آ جائے (انتہائی دشوار ہو) اور اگر اسے کسی ایسے کام میں لگائے جو اس پر غالب آئے تو اس کی ادائیگی میں اس کی مدد بھی کرے"۔ (۱۲۰)

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھائیوں میں سے ایک آدمی کے ساتھ میری تلخ کلامی ہو گئی' اس کی ماں عجمی تھی' میں نے اسے ماں کا طعنہ دیا۔ اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری شکایت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: "ابو ذر! تمہارے اندر جاہلیت پائی جاتی ہے"۔ میں نے کہا: "اللہ کے رسول! جو کوئی لوگوں کو گالی دیتا ہے' لوگ اس کے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو ذر! تمہارے اندر جاہلیت پائی جاتی ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے قبضے میں دے دیا ہے' لہٰذا انہیں وہ کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو' اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ان کے ذمے وہ کام نہ لگاؤ جو ان پر غالب آ جائے۔ اگر ایسا کام ان کے ذمے لگاؤ تو ان کی مدد کرو"۔ (۱۲۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو بلا تمہید اور پوری صراحت سے یہ بات فرما دی' کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ صحابی رضی اللہ عنہ اس کو قبول کر لیں گے۔

---

(۱۲۰) صحیح البخاری کتاب الادب باب ما ینھی عن السباب واللعن' ح ۶۰۵۰۔

(۱۲۱) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب اطعام المملوك مما یاكل ح ۱۶۶۱۔

کیونکہ صراحت ایک مفید ذریعہ ہے، جس میں وقت بھی کم لگتا ہے اور محنت بھی زیادہ نہیں کرنا پڑتی، اور اصل مقصد بھی بڑی سہولت سے واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن اس طریقہ کار کا استعمال مناسب حالات میں اور مناسب افراد کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے۔

بعض اوقات عالم غلطی پر صراحت سے تنبیہ کرنے سے اجتناب کرتا ہے، جب کہ اس طریقہ کے استعمال کے نتیجہ میں کوئی بڑی خرابی پیدا ہونے کا خطرہ ہو، یا کوئی بڑا فائدہ ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً غلطی کرنے والا معاشرہ میں ممتاز مقام کا حامل ہے یا کسی بلند عہدے پر فائز ہے جس کی وجہ سے وہ اس اسلوب سے کی ہوئی تنقید برداشت نہیں کرتا۔ یا خطرہ ہے کہ صراحت کرنے پر غلطی کرنے والا اپنے آپ کو سخت مشکل میں محسوس کرے گا، یا وہ اس قدر حساس طبیعت کا مالک ہے کہ اس سے منفی رد عمل سرزد ہونے کا امکان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلطی کرنے والا صراحت کے اسلوب کو پسند نہیں کیا کرتا، اور اسے برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ اس میں سامنے ہو کر بات کی جاتی ہے، اور تنقید کرنے والا گویا استاد جیسے بلند مقام پر فائز محسوس ہوتا ہے جبکہ اسکے مقابلے میں غلطی کرنے والا ایک نقص کا حامل اور کم تر مقام پر نظر آتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ گھما پھرا کر بات کرنے کے بھی منفی پہلو موجود ہیں، جو بعض اوقات صراحت کے اسلوب سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ غلطی کرنے والا یہ محسوس کرسکتا ہے کہ اسے کم عقل سمجھ کر تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ممکن ہے وہ اشاروں کنایوں کی وجہ سے پریشانی محسوس کرے، کیونکہ وہ انہیں طنز اور ذہنی اذیت سمجھتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے جو بات سمجھانا مقصود ہے وہ اسے سمجھ ہی نہ سکے، کیونکہ کلام کا اصل مقصد پوشیدہ ہے اور غلطی کرنے

والے کا ذہن اس تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ غلطی پر قائم رہے گا۔ ویسے بھی ہر شخص میں قبولیت کی طرف میلان ایک جیسا نہیں ہوتا۔ مزید برآں ایک شخص کے لئے ایک انداز بہتر ہوتا ہے' دوسرے آدمی کے لئے کوئی دوسرا اسلوب بہتر ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات ہر حال میں درست ہے کہ تبلیغ کی کامیابی میں رہنمائی کرتے وقت حسن خلق کا اثر سب سے زیادہ ہے۔

۳۶) غلطی کرنے والے کو قائل کرنا:

غلطی کرنے والے کو قائل کرنے کے لئے اس سے تبادلۂ خیال کی کوشش کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس طرح اس کی عقل پر سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے جو حق کی قبولیت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے' چنانچہ آدمی سیدھی راہ قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ سنّتِ نبویؐ میں سے اس کی ایک مثال طبرانی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان لڑکا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور کہا: "اے اللہ کے رسولؐ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے"۔ لوگوں نے بلند آواز سے اسے منع کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے (حاضرین سے) فرمایا: "بس کرو"۔ پھر فرمایا: "اسے سکون سے بیٹھنے دو"۔ اور اُسے فرمایا: "قریب آ جاؤ"۔ وہ قریب آ گیا' حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے بالکل سامنے آ بیٹھا۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "کیا تم اپنی والدہ کے لئے یہ چیز پسند کرتے ہو؟" اُس نے کہا: "جی نہیں"۔ فرمایا: "اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے یہ چیز پسند نہیں کرتے — کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ چیز پسند کرتے ہو؟" اُس نے کہا "جی نہیں"۔ فرمایا: "اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے یہ بات پسند نہیں کرتے — کیا تم اپنی بہن کے لئے یہ پسند

کرتے ہو؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ فرمایا : "اسی طرح لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے یہ چیز پسند نہیں کرتے ـــــ کیا تم اپنی پھوپھی کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ فرمایا : "اسی طرح لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لئے پسند نہیں کرتے ـــــ کیا تم اپنی خالہ کے لئے یہ پسند کرتے ہو؟" اُس نے کہا : "جی نہیں"۔ فرمایا : "اسی طرح لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لئے پسند نہیں کرتے"۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا :

((اَللّٰهُمَّ كَفِّرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ))

"اے اللہ! اس کا گناہ معاف کردے' اس کے دل کو پاک کردے' اور اسے پاک دامنی بھی عطا فرما"۔ (۱۲۲)

۳۷) غلطی کرنے والے کو احساس دلانا کہ اسکا عذرِ لنگ ناقابلِ قبول ہے:

بعض اوقات غلطی کرنے والا من گھڑت اور ناقابل قبول وجوہات تراش کر اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے' خصوصاً جب کہ معاملہ اچانک ظاہر ہو جائے اور وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار نہ ہو۔ بعض اوقات جھوٹا بہانہ کرتے ہوئے زبان اٹکتی ہے' خاص طور پر جب آدمی صاف دل والا ہو اور اسے جھوٹ بولنا نہ آتا ہو۔ اگر مربی کے سامنے اس قسم کے آدمی کا کوئی معاملہ آئے تو وہ کونسا طریق کار اختیار کرے؟ مندرجہ ذیل قصہ اگر صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اس سے نبی اکرم ﷺ کا اپنے ایک صحابی کے ساتھ بڑا خوبصورت اور مبنی بر حکمت

(۱۲۲) مسند احمد' ۵/ ۲۵۶ و ۲۵۷۔ والمعجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۱۶۲' خ ۷۶۷۹۔ امام ہیثمی نے حدیث کو صحیح کہا ہے مجمع الزوائد ۱/ ۱۲۹ ح ۵۴۲ باب فی ادب العالم۔

موقف سامنے آتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مربی کس طرح غلطی کرنے والے کو ایک تسلسل کے ساتھ غلطی کا احساس دلا سکتا ہے' حتیٰ کہ وہ اپنی غلطی سے دستبردار ہو کر اصلاح کر لے۔

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں مرالظہران (مکہ کے قریب ایک مقام) پر پڑاؤ ڈالا۔ میں اپنے خیمے سے نکلا' اچانک مجھے کچھ خواتین باتیں کرتی نظر آئیں۔ مجھے یہ منظر اچھا لگا۔ میں نے واپس اپنے خیمے میں جا کر اپنا بقچہ نکالا' اس میں سے ایک حُلّہ (عمدہ جوڑا) نکال کر پہنا' اور اُن کے پاس آ بیٹھا۔ (اچانک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ (مجھے عورتوں کے پاس بیٹھے دیکھ کر) فرمایا : "اے ابو عبداللہ!" جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں خوفزدہ ہو گیا اور مجھ سے کوئی بات نہ بن پائی۔ میں نے کہا : "اللہ کے رسول! میرا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے' میں اس کے لئے رسّی کی تلاش میں ہوں"۔ حضور علیہ السلام چل دیئے' میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپؐ نے اپنی چادر میرے پاس رکھ دی (مطلب یہ تھا کہ یہیں رکے رہو) اور خود (قضائے حاجت کے لئے) درختوں میں تشریف لے آئے۔ مجھے درختوں کے سبز رنگ میں سے آپ کی کمر مبارک کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ فارغ ہو کر آپؐ نے وضو کیا' اور تشریف لائے تو آپؐ کی ریش مبارک سے پانی ٹپک ٹپک کر سینے پر گر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا : "ابو عبداللہ! تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟" اس کے بعد ہم روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملتے تو فرماتے "السلام علیکم' ابو عبداللہ! تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟" یہ کیفیت دیکھ کر میں تیزی سے سفر کر کے مدینہ پہنچ گیا' میں نے مسجد میں آنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ جب کافی دن گزر گئے تو میں

ایسے وقت مسجد کی طرف چلا جب وہ (نمازیوں سے) خالی ہو' میں وہاں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ بھی کسی حجرہ شریف میں سے نکل کر تشریف لے آئے اور ہلکی سی دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے نماز لمبی کر دی کہ شاید حضور علیہ السلام مجھے چھوڑ کر تشریف لے جائیں۔ آپ ؑ نے فرمایا : "ابو عبداللہ! جتنی لمبی چاہو نماز پڑھو' جب تک تم نماز سے فارغ نہیں ہو گے میں بھی نہیں اُٹھوں گا"۔ میں نے دل میں کہا : اللہ کی قسم! میں ضرور جنابِ رسول اللہ ﷺ سے معذرت کر لوں گا اور اپنے بارے میں حضور علیہ السلام کا دل صاف کر دوں گا۔ جب میں نے نماز سے سلام پھیرا تو آپ ؑ نے فرمایا : "ابو عبداللہ! السلام علیکم' تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟" میں نے عرض کیا : "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' وہ اونٹ تو جب سے میں مسلمان ہوا ہوں' کبھی نہیں بھاگا"۔ آنحضرت ﷺ نے تین بار فرمایا : "اللہ تجھ پر رحمت فرمائے"۔ اس کے بعد آپ ؑ نے دوبارہ وہ بات نہیں فرمائی۔ (۱۲۳)

یہ تربیت کا ایک عمدہ درس ہے' اور ایسے پُر حکمت طریق کار کی مثال ہے جس سے مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو گیا۔ اس واقعہ سے مندرجہ ذیل مسائل بھی اخذ کئے جا سکتے ہیں :

☆ مربّی کی ایک ہیبت ہے' چنانچہ جب وہ غلطی کے مرتکب کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ شرم محسوس کرتا ہے۔

☆ مربّی کے سوالات ــــ باوجود مختصر ہونے کے ــــ اور مربی کی نظریں بہت کچھ سمجھا دیتی ہیں' اور ان کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

---

(۱۲۳) المعجم الکبیر للطبرانی ۴/۲۰۳۔ اس کی سند منقطع ہے کیونکہ زید بن اسلم ؒ نے حضرت خوات ؓ سے حدیث نہیں سنی۔

☆ من گھڑت عذر، جس میں واضح خلل اس کو غلط ثابت کر رہا ہے، اسے سن کر بحث نہ کرنا اور عذر کرنے والے سے اعراض کر لینا، یہ احساس دلانے کے لئے کافی ہے کہ اس کا عذر قبول نہیں ہوا، اور یہ چیز اُسے توبہ اور معذرت کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہ نکتہ اس حدیث کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:
"حضور علیہ السلام چل دیئے"۔

☆ اچھا مربی وہ ہے جو غلطی کرنے والے کے دل میں حیاء کا احساس بھی پیدا کردے جس کی وجہ سے وہ اس سے روپوش رہنا چاہتا ہے، اور یہ احساس بھی پیدا کرے کہ اسے اس کے پاس حاضر ہونے کی ضرورت ہے۔ اور آخرکار دوسرا احساس پہلے پر غالب آجائے۔

☆ اس قسم کے حالات میں جب غلطی کا مرتکب اپنا موقف تبدیل کر لیتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطی کا معترف ہے اور اس سے رجوع کر رہا ہے۔

۳۸) انسان کی فطری کمزوریوں کو ملحوظ رکھنا:

اس کی ایک مثال عورتوں، اور خصوصاً سوکنوں میں رقابت کا جذبہ ہے۔ بعض اوقات اس جذبہ کے زیر اثر عورت سے ایسی غلطی سرزد ہو جاتی ہے کہ اگر کسی اور انسان سے عام حالات میں سرزد ہو تو اس سے بالکل مختلف طریقے سے سلوک کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی باہمی رقابت اور اس کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والی غلطیوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، اور اس میں عدل و انصاف کے ساتھ ساتھ صبر، برداشت اور تحمل کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صحیح" میں حضرت

اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ محترمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک اُمّ المومنین (رضی اللہ عنہا) نے ایک چوڑے برتن میں کھانا بھیجا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس خاتون کے ہاں تشریف فرما تھے' انہوں نے خادمہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے برتن گر کر ٹوٹ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کے ٹکڑے جمع کئے اور ان میں گرا ہوا کھانا ڈالنے لگے اور فرمایا : "تمہاری ماں کو غیرت آگئی"۔ پھر آپ ؐ نے خادمہ کو روک لیا' حتیٰ کہ جس اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے ان کے گھر سے برتن حاضر کیا گیا۔ حضورؐ نے صحیح برتن اُن کے ہاں بھیج دیا جن کا برتن ٹوٹا تھا اور ٹوٹا ہوا برتن ان کے ہاں رہنے دیا جنہوں نے توڑا تھا۔ (۱۲۴)

سنن نسائی میں حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ایک چوڑے برتن میں کھانا لائیں۔ (اتنے میں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگئیں۔ انہوں نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور ان کے پاس ایک پتھر تھا۔ انہوں نے پتھر مار کر برتن توڑ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کے دونوں ٹکڑوں کو ملا کر رکھا اور دوبار فرمایا : "کھاؤ' تمہاری ماں کو غیرت آگئی تھی"۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا برتن لے کر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیج دیا اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا (ٹوٹا ہوا) برتن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ (۱۲۵)

---

(۱۲۴) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب حُبُّ الرجل بعض نسائہ افضل من بعض ح ۵۲۲۵۔

(۱۲۵) سنن النسائی' کتاب عشرۃ النساء' باب الغیرۃ ح ۳۹۶۶۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن النسائی ح ۳۶۹۳۔

سنن دارمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا پیالہ بھیجا جس میں ثرید تھا۔ حضور علیہ السلام اپنی کسی دوسری زوجہ محترمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے پیالے کو کچھ مار کر توڑ دیا۔ نبی اکرم ﷺ ثرید اٹھا اٹھا کر پیالے میں ڈالنے لگے اور فرمایا : "کھاؤ، تمہاری ماں کو غیرت آ گئی"۔ (۱۲۶)

عورت کا غیرت و رقابت کا جذبہ اس کی فطرت میں رچا بسا ہوا ہے، جو اُس سے بڑے بڑے کام کروا دیتا ہے اور اس کی نگاہ سے نتائج و عواقب کو اوجھل کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی وہ کیفیت ہو جاتی ہے جیسے کسی کا قول ہے کہ "عورت پر جب غیرت کا جذبہ غالب آتا ہے تو اسے یہ بھی نظر نہیں آتا کہ وادی کا اُونچا کنارہ کونسا ہے اور نیچی زمین کونسی؟"

---

(۱۲۶) سنن الدارمی، کتاب البیوع، باب من کسر شیئا فعلیه مثله ۲/ ۲۶۴۔

حرفِ آخر

سُنّتِ نبویہ کے معطر چمن کی اس مختصر سی سیر سے نبی اکرم ﷺ کے وہ مختلف اسلوب سامنے آئے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے عام لوگوں کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے اختیار فرمائے۔ اس موضوع پر جو گزارشات پیش کی گئی ہیں، بہتر ہے چند نکات میں ان کی دوبارہ یاد دہانی ہو جائے :

☆ غلطیوں کی اصلاح لازمی ہے اور اہم بھی ——— اور یہ دینی خیر خواہی کی ایک صورت اور نہی عن المنکر کا ایک جزء ہے۔ لیکن یہ فریضہ کا صرف ایک جزء ہے، کیونکہ دین میں صرف نہی عن المنکر نہیں، اَمر بالمعروف بھی شامل ہے۔

☆ تربیت صرف غلطیوں کی اصلاح کا نام نہیں، بلکہ اس میں دین کے اصول و قواعد اور شرعی احکام بتانا، سمجھانا اور سکھانا بھی شامل ہے اور افراد کے ذہن میں ان تصورات کو واضح اور راسخ کرنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً عملی نمونہ پیش کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، واقعات اور کہانیاں سنانا، وغیرہ۔ بعض والدین، اساتذہ اور تربیت کرنے والوں سے یہ کوتاہی سرزد ہوتی ہے کہ پوری توجہ غلطیوں کی تلاش اور ان کے علاج کی طرف مبذول کر دیتے ہیں اور بنیادی تصورات کی تعلیم کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں کرتے، حالانکہ بے راہ روی اور غلطیوں کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے حفاظتی اقدامات اختیار کرنے سے ان کی مقدار کم ہو سکتی ہے، بلکہ یہ ختم بھی ہو سکتی ہیں۔

☆ مذکورہ بالا واقعات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے غلطیوں کی اصلاح کے لئے جو اقدامات فرمائے ہیں' ان میں بہت تنوّع پایا جاتا ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حالات اور افراد کے بدلنے سے اصلاح کا اسلوب بھی بدل جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس معاملہ میں نبی اکرم ﷺ کی اقتدا کرنا چاہتا ہے وہ پیش آنے والے واقعات میں تفقّہ اور اجتہاد سے کام لیتے ہوئے ان نظائر کو سامنے رکھتا ہے اور مسئلہ کو اس سے مشابہ مسئلہ پر قیاس کرکے وہ اسلوب منتخب کرلیتا ہے جو کسی خاص موقعہ کے لئے زیادہ مناسب ہو۔

آخر میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے اور ہمیں نفسِ اَمّارہ کی شراتوں سے محفوظ رکھے۔ ہمیں نیکی کی راہیں کھولنے والے اور برائی کی راہیں بند کرنے والے بنائے' ہماری رہنمائی فرمائے اور ہمیں دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ یقیناً وہ ہماری دُعائیں سننے والا اور قبول کرنے والا ہے —— وہی ہمارا آقا و مولا اور وہی مدد فرمانے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وعَلٰی آلِهٖ وصَحبِهٖ اَجمَعِین'

وَالحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِین OO

نور اسلام اکیڈمی کی دیگر مطبوعات